قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران:74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

جمعرات 14 اپریل 2022ء | 12 رمضان 1443 ہجری قمری | 14 شہادت 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:90

ارشادِ باری تعالیٰ

وَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَثِیۡرًا لَّعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ

(الانفال:46)

اور کثرت سے اللہ کو یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

فرمانِ خلیفہ وقت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نمونہ ہمیں اس طرف توجہ دلاتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جب استعمال کریں تو اس کا شکر کریں۔ ایک تو اس کی تسبیح کریں تو ساتھ ہی دین کی حالت کے درد کو بھی محسوس کریں۔ اس کے لئے کوشش کریں کہ کس طرح ہم نے اشاعت دین اور تبلیغ دین میں حصہ ڈالنا ہے۔ پھر کھانے کے اس انداز سے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا تسبیح کے مضمون کی مزید وضاحت فرمائی اور قرآن کریم کے اس حصہ آیت سے کہ یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ (التغابن:2) زمین و آسمان کی ہر چیز خدا تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے یہ نکتہ نکالا ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب کھانا کھایا کرتے تھے جیسا کہ پہلے بھی ذکر آیا ہے کہ بمشکل ایک پھلکا آپ کھاتے تھے اور جب اٹھتے تو روٹی کے ٹکڑوں کا بہت سا چورا آپ کے سامنے سے نکلتا۔ آپ کی عادت تھی جس طرح پہلے بتایا کہ روٹی کے ٹکڑے کرتے جاتے پھر کوئی ٹکڑا اٹھا کر منہ میں ڈال لیتے اور باقی ٹکڑے دسترخوان پر رکھے رہتے۔ فرماتے ہیں کہ معلوم نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایسا کیوں کرتے تھے مگر کئی دوست کہا کرتے تھے کہ حضرت صاحب یہ تلاش کرتے ہیں کہ ان روٹی کے ٹکڑوں میں سے کون سا تسبیح کرنے والا ہے اور کون سا نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس قسم کی بات سُنی مجھے اس وقت یاد نہیں مگر یہ یاد ہے کہ لوگ یہی کہا کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ کہ زمین و آسمان میں سے تسبیحوں کی آواز اٹھ رہی ہے۔ اب کیوں اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ زمین و آسمان کی ہر چیز تسبیح کر رہی ہے جبکہ ہم اس تسبیح کی آواز کو سن ہی نہیں سکتے۔ اور جس چیز کو ہم سن نہیں سکتے اس کے بتانے کی ہمیں ضرورت کوئی نہیں تھی کہ کر رہی ہے۔ جس کو ہم سن نہیں سکتے تو ہمیں کیا پتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے بتانے کا مقصد کیا تھا۔ کیا قرآن کریم میں کہیں یہ لکھا ہے کہ جنت میں فلاں شخص مثلاً عبدالرشید نامی دس ہزار سال سے بیٹھا ہوا ہے۔ چونکہ ہمارے لئے اس کے ذکر سے کوئی فائدہ نہیں تھا اس

بقیہ صفحہ 3 پر

اس شمارہ میں

- مبارک مقدس مقدس مہینہ (منظوم)
- رمضان المبارک
- دُعاء، ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے (مسیح موعودؑ)
- سورتوں کا تعارف
- حضرت بابا اللہ داد رضی اللہ عنہ
- خطبہ جمعہ بصورت سوال و جواب
- عبادت الٰہی اور اسوہ رسول
- روزہ زبان کی حفاظت کا ذریعہ
- حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا وصف شعر وسخن
- جماعت احمدیہ گزمبرگ کا پہلا جلسہ سیرۃ النبیؐ
- موآنہ مارکیٹ میں قرآن کی نمائش اور بکسٹال کاانعقاد

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو خصلتیں یا دو عادتیں ایسی ہیں جو کوئی مسلم بندہ پابندی سے انہیں کرتا رہے گا تو وہ ضرور جنت میں داخل ہو گا، یہ دونوں آسان ہیں لیکن ان پر عمل کرنے والے لوگ تھوڑے ہیں (ا) ہر نماز کے بعد دس بار ’’سبحان اللّٰہ‘‘ اور دس بار ’’الحمد للّٰہ‘‘ اور دس بار ’’اللّٰہ اکبر‘‘ کہنا، اس طرح یہ زبان سے دن اور رات میں ایک سو پچاس بار ہوئے، اور قیامت میں میزان میں ایک ہزار پانچ سو بار ہوں گے، اور سونے کے وقت چونتیس بار ’’اللّٰہ اکبر‘‘، تینتیس بار ’’الحمد للّٰہ‘‘، تینتیس بار ’’سبحان اللّٰہ‘‘ کہنا، اس طرح یہ زبان سے کہنے میں سو بار ہوئے اور میزان میں یہ ہزار بار ہوں گے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ (کی انگلیوں) میں اسے شمار کرتے ہوئے دیکھا ہے، لوگوں نے کہا: اللہ کے رسول! یہ دونوں کام تو آسان ہیں، پھر ان پر عمل کرنے والے تھوڑے کیسے ہوں گے؟ تو آپ نے فرمایا: (اس طرح کہ) تم میں ہر ایک کے پاس شیطان اس کی نیند میں آئے گا، اور ان کلمات کے کہنے سے پہلے ہی اسے سلا دے گا، ایسے ہی شیطان تمہارے نماز پڑھنے والے کے پاس نماز کی حالت میں آئے گا، اور ان کلمات کے ادا کرنے سے پہلے اسے اس کا کوئی کام یاد دلا دے گا، (اور وہ ان تسبیحات کو ادا کئے بغیر اٹھ کر چل دے گا)۔

(سنن ابوداؤد ابواب النوم باب فی التسبیح عند النوم حدیث نمبر 5065)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

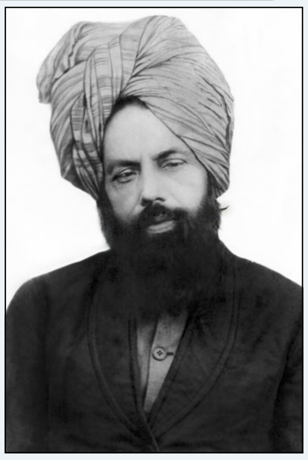

قرآن شریف میں تو آیا ہے۔

وَ اذۡکُرُوا اللّٰہَ کَثِیۡرًا لَّعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ (الانفال:46)

اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرو تا کہ فلاح پاؤ۔

اب یہ وَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَثِیۡرًا نماز کے بعد ہی ہے تو 33 مرتبہ تو کثیر کے اندر نہیں آتا۔ پس یاد رکھو کہ 33 مرتبہ والی بات حسب مراتب ہے ورنہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو سچے ذوق اور لذّت سے یاد کرتا ہے اُسے شمار سے کیا کام۔ وہ تو بیرون از شمار یاد کرے گا۔

ایک عورت کا قصہ مشہور ہے کہ وہ کسی پر عاشق تھی۔ اُس نے ایک فقیر کو دیکھا کہ وہ تسبیح ہاتھ میں لئے ہوئے پھیر رہا ہے اس عورت نے اُس سے پوچھا کہ تو کیا کر رہا ہے اُس نے کہا کہ میں اپنے یار کو یاد کرتا ہوں۔ عورت نے کہا کہ یار کو یاد کرنا اور پھر گِن گِن کر؟

درحقیقت یہ بات بالکل سچی ہے کہ یار کو یاد کرنا ہو تو پھر گِن گِن کر کیا یاد کرنا ہے اور اصل بات یہی ہے کہ جب تک ذکر الٰہی کثرت سے نہ ہو وہ لذت اور ذوق جو اس ذکر میں رکھا گیا ہے حاصل نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو 33 مرتبہ فرمایا ہے وہ آنی اور شخصی بات ہو گی کہ کوئی شخص ذکر نہ کرتا ہو گا تو آپ نے اُسے فرما دیا کہ 33 مرتبہ کرلیا کر۔ اور یہ تو تسبیح ہاتھ میں لے کر بیٹھتے ہیں۔ یہ مسئلہ بالکل غلط ہے۔ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے آشنا ہو تو اُسے معلوم ہو جائے گا کہ آپ نے کبھی ایسی باتوں کا التزام نہیں کیا وہ تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں فنا تھے۔ انسان کو تعجب آتا ہے کہ کس مقام اور درجہ پر آپ پہنچے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے۔ رات کو جب میری آنکھ کھلی تو میں نے آپؐ کو اپنے بستر پر نہ پایا۔ مجھے خیال گذرا کہ کسی دوسری بیوی کے گھر میں ہوں گے۔ چنانچہ میں نے سب گھروں میں دیکھا مگر آپؐ کو نہ پایا۔ پھر میں باہر نکلی تو قبرستان میں دیکھا کہ آپ سفید چادر کی طرح پر زمین پر پڑے ہوئے ہیں اور سجدہ میں گرے ہوئے کہہ رہے ہیں سَجَدَتْ لَکَ رُوۡحِیۡ وَجَنَانِیۡ۔ اب بتاؤ کہ یہ مقام اور مرتبہ 33 مرتبہ کی دانہ شماری سے پیدا ہو جاتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

جب انسان میں اللہ تعالیٰ کی محبت جوش زن ہوتی ہے تو اس کا دل سمندر کی طرح موجیں مارتا ہے۔ وہ ذکر الٰہی کرنے میں بے انتہا جوش اپنے اندر پاتا ہے اور پھر گِن کر ذکر کرنا تو کفر سمجھتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ عارف کے دل میں جو بات ہوتی ہے اور جو تعلق اپنے محبوب و مولا سے اُسے ہوتا ہے وہ کبھی روا رکھ سکتا ہی نہیں کہ تسبیح لے کر دانہ شماری کرے۔ کسی نے کہا ہے مَن کا منکا صاف کر۔

انسان کو چاہیے کہ اپنے دل کو صاف کرے اور خدا تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا کرے تب وہ کیفیت پیدا ہو گی اور ان دانہ شاریوں کو ہیچ سمجھے گا۔

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 19-20 ایڈیشن 1984ء)

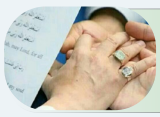

دربارِ خلافت

اپنے عملوں کو خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق ڈھالتے ہوئے اجتماعی رنگ میں اس کے آگے جھک جائیں تو تھوڑے عرصہ میں ان شاء اللہ انقلاب آ سکتا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں

اور یہ نظارے آج بھی اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کو دکھا رہا ہے۔ ایک طرف یہ گالیاں ہیں، دوسری طرف ترقیات ہیں۔ بیشک ملک میں شرفاء بھی ہیں، ایسے بھی ہیں جیسا کہ میں نے کہا، جو پوسٹروں کو اپنے گھروں کی دیواروں پر سے اُتارنے والے ہیں۔ لیکن ان میں جو اکثریت ہے اُن میں گونگی شرافت ہے۔ جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ شرافت تو ہے لیکن گونگی شرافت ہے جو بولتی نہیں۔

(تذکرہ صفحہ 426-427 مع حاشیہ ایڈیشن 2004ء)

لیکن ایک پڑھا لکھا طبقہ جو انگریزی اخباروں میں لکھتا ہے، انہوں نے اب اس حد سے بڑھے ہوئے ظلم کے خلاف آواز بھی اُٹھانا شروع کر دی ہے۔ بہر حال ملک کو بچانے کے لئے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ الہامی دعا بھی پڑھنی چاہئے تا کہ شر پسندوں کا خاتمہ ہو۔ ملک کی شریف آبادی اُن شر پسندوں کے شر سے محفوظ رہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ احمدی ان شر پسندوں کے شر سے محفوظ رہیں۔ پس جیسا کہ میں نے کہا، ہر احمدی کو پہلے سے بڑھ کر صبر اور دعا کے ساتھ زندگی گزارنے کی ضرورت ہے۔ مختلف شہروں میں، مختلف علاقوں میں احمدیوں کے خلاف ان شر پسندوں کی منصوبہ بندیاں ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن ہمارا خدا خیر الماکرین ہے۔ ان کے منصوبوں کو ان پر الٹانے والا ہے اور اُلٹا رہا ہے۔ وہی ہے جس نے اب تک ہمیں اُن کے خوفناک منصوبوں سے محفوظ رکھا ہوا ہے۔ پس جیسا کہ مَیں نے کہا خدا کے دامن کو کبھی نہ چھوڑیں۔ پہلے بھی کچھ عرصہ ہوا، مَیں جماعت کو اس طرف توجہ دلا چکا ہوں کہ اپنے عملوں کو خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق ڈھالتے ہوئے اجتماعی رنگ میں اس کے آگے جھک جائیں تو تھوڑے عرصہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ انقلاب آ سکتا ہے۔

مستقل مزاجی سے دعاؤں کی طرف توجہ دیتے چلے جانے کے بارے میں ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:

’’دعا اور اُس کی قبولیت کے زمانہ کے درمیانی اوقات میں بسا اوقات ابتلا پر ابتلا آتے ہیں اور ایسے ایسے ابتلا بھی آ جاتے ہیں کہ کمر توڑ دیتے ہیں۔ مگر مستقل مزاج، سعید الفطرت، ان ابتلاؤں اور مشکلات میں بھی اپنے رب کی عنایتوں کی خوشبو سونگھتا ہے اور فراست کی نظر سے دیکھتا ہے کہ اس کے بعد نصرت آتی ہے۔ ان ابتلاؤں کے آنے میں ایک سِرّ یہ بھی ہوتا ہے کہ دعا کے لئے جوش بڑھتا ہے۔ کیونکہ جس جس قدر اضطرار اور اضطراب بڑھتا جاوے گا اُسی قدر روح میں گدازش ہوتی جائے گی اور یہ دعا کی قبولیت کے اسباب میں سے ہیں۔ پس کبھی گھبرانا نہیں چاہئے اور بے صبری اور بے قراری سے اپنے اللہ پر بدظن نہیں ہونا چاہئے۔ یہ کبھی بھی خیال کرنا نہیں چاہئے کہ میری دعا قبول نہ ہوگی یا نہیں ہوتی۔ ایسا وہم اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے انکار ہو جاتا ہے کہ وہ دعائیں قبول فرمانے والا ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 707-708 ایڈیشن 2003ء)

یعنی اگر انسان اس قسم کی باتیں سوچے تو پھر وہ لاشعوری طور پر اللہ تعالیٰ کی جو دعائیں قبول فرمانے کی صفت ہے، اس کا انکار کر رہا ہوتا ہے۔

پس ہمارا کام اپنے اندر استقلال پیدا کرنا ہے۔ ہمیں اُن شرائط کے ساتھ دعاؤں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے جن میں سے چند ایک میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے بیان کی ہیں۔ ہمیں ہمیشہ اس یقین پر قائم رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا قول کبھی غلط نہیں ہوتا۔ جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (سورۃ البقرہ:187) کہ دعا کو اُس کی شرائط کے ساتھ مانگو، میں قبول کروں گا تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم مایوس ہوں۔ ہاں قبولیت کا وقت خدا تعالیٰ نے رکھا ہے۔ ہر ابتلا ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف جھکنے والا بنائے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ قبولیت بھی ہم دیکھیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اور ارشاد بھی پیش کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

’’یاد رکھو کوئی آدمی کبھی دعا سے فیض نہیں اُٹھا سکتا جب تک وہ صبر میں حد نہ کر دے اور استقلال کے ساتھ دعاؤں میں نہ لگا رہے۔ اللہ تعالیٰ پر کبھی بدظنی اور بدگمانی نہ کرے۔ اُس کو تمام قدرتوں اور ارادوں کا مالک تصور کرے۔ یقین کرے پھر صبر کے ساتھ دعاؤں میں لگا رہے۔ وہ وقت آ جائے گا کہ اللہ تعالیٰ اُس کی دعاؤں کو سن لے گا اور اُسے جواب دے گا۔ جو لوگ اس نسخہ کو استعمال کرتے ہیں وہ کبھی بدنصیب اور محروم نہیں ہو سکتے بلکہ یقیناً وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی قدرتیں اور طاقتیں بے شمار ہیں۔ اس نے انسانی تکمیل کے لئے دیر تک صبر کا قانون رکھا ہے۔ پس اُس کو وہ بدلتا نہیں اور جو چاہتا ہے کہ وہ اُس قانون کو اُس کے لئے بدل دے وہ گویا اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی اور بے ادبی کی جرأت کرتا ہے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ بعض لوگ بے صبری سے کام لیتے ہیں اور مداری کی طرح چاہتے ہیں کہ ایک دم میں سب کام ہو جائیں۔ مَیں کہتا ہوں کہ اگر کوئی بے صبری کرے تو بھلا بے صبری سے خدا تعالیٰ کا کیا بگاڑے گا؟ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ بے صبری کر کے دیکھ لے وہ کہاں جائے گا‘‘… فرمایا ’’دیکھو حضرت یعقوب علیہ السلام کا پیارا بیٹا یوسف علیہ السلام جب بھائیوں کی شرارت سے اُن سے الگ ہو گیا تو آپ چالیس برس تک اُس کے لئے دعائیں کرتے رہے۔ اگر وہ جلد باز ہوتے تو کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوتا۔ چالیس برس تک دعاؤں میں لگے رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرتوں پر ایمان رکھا۔ آخر چالیس برس کے بعد وہ دعائیں کھینچ کر یوسف کو لے ہی آئیں۔ اسی عرصہ دراز میں بعض ملامت کرنے والوں نے یہ بھی کہا کہ تُو یوسف کو بے فائدہ یاد کرتا ہے مگر انہوں نے یہی کہا کہ مَیں خدا سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ بیشک اُن کو کچھ خبر نہ تھی مگر یہ کہا۔ اِنِّیۡ لَاَجِدُ رِیۡحَ یُوۡسُفَ۔ (سورۃ یوسف:95) پہلے تو اتنا ہی معلوم تھا کہ دعاؤں کا سلسلہ لمبا ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اگر دعاؤں سے محروم رکھنا ہوتا تو وہ جلد جواب دے دیتا۔ مگر اس سلسلہ کا لمبا ہونا قبولیت کی دلیل ہے۔ کیونکہ کریم سائل کو دیر تک بٹھا کر کبھی محروم نہیں کرتا۔ بلکہ بخیل سے بخیل بھی ایسا نہیں کرتا۔ وہ بھی سائل کو اگر زیادہ دیر تک دروازہ پر بٹھائے تو آخر اُس کو کچھ نہ کچھ دے ہی دیتا ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 151-152 ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

(خطبہ جمعہ 15/ مارچ 2013ء)

مبارک مقدس مہینہ

مبارک مقدس مقدس مہینہ
چھپا اس میں بخشش کا دیکھو خزینہ

بھنور میں دعا کے جو چھوڑے گا خود کو
لگے پار اس کا ہمیشہ سفینہ

اسی در پہ سر کو جھکائیں ہمیشہ
عبادت کا جس نے سکھایا قرینہ

جھکو اس کی مخلوق پہ شفقتوں سے
کہ خالق کی جانب بنے گا یہ زینہ

فضیلت اسے ہے تو عظمت ہے اس کی
مہینوں میں رمضان جیسے نگینہ

سنا ہے کہ خوشبوئے احمد ملے گی
تو چل اٹھ دیا ہم چلیں اب مدینہ

دیا جیم۔ فجی

اداریہ

رمضان المبارک

انسانی کثافتوں کو صاف کرنے کا روحانی چھٹہ

تقریباً روزانہ ہی قارئین روزنامہ الفضل آن لائن اور ہر دلعزیز اخبار کے خیر خواہوں سے بات ہوتی رہتی ہے۔ ابھی چند روز قبل مکرم چوہدری محمد امجد جمیل آف لندن نے گفتگو کے دوران ایک پیاری مثال دی۔ خاکسار، ان دنوں رمضان المبارک کے اداریے لکھنے کے لئے موضوعات کی تلاش میں ہے۔ تو اچانک مکرم چوہدری صاحب موصوف کی بیان کردہ مثال سُن کر رمضان کے بارے میں ایک مضمون ذہن میں اُبھرا۔ اب قارئین کو اس مثال سے محروم بھی نہیں کیا جاسکتا۔ وہ کچھ یوں ہے کہ جنوبی ایشیا بشمول پاکستان کے دیہاتوں میں گنے سے گڑ تیار کرنے کے لئے بھٹی جلائی جاتی ہے اور گنے کے رس کو ایک بہت بڑے کڑاہ (بڑی کڑاہی) میں جب گرم کیا جاتا ہے یا پکایا جاتا ہے تو گڑ بنانے والا وقفے وقفے سے اس اُبلتی گنے کی رَو میں، بعض کیمیکلز اور رنگ کاٹ کا چھٹہ مارتا ہے جس کے نتیجہ میں رَو سے سارا گند اوپر آجاتا ہے اور کسان اس گند کو چھاننے سے نکال باہر کرتا جاتا ہے۔ گویا رنگ کاٹ نہ صرف گند نکالتا ہے بلکہ اس گند اور مٹی کی کثافت کے نکل جانے سے گڑ کی رنگت نکھر کر ہلکی براؤن یا سفیدی مائل ہو جاتی ہے۔

اس مثال کو جب ہم ایک اور زاویے سے دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان بھی ساری زندگی مشکلات اور مصائب کی بھٹیوں سے گزرتا ہے۔ اور عقلمند انسان ٹھوکر کھانے کی بجائے ان مشکلات و مصائب سے کامیابی سے گزرنے کے بعد نکھر کر سامنے آتا ہے کیونکہ اس کو ان ابتلاؤں اور آزمائشوں سے اچھا سبق ملتا ہے اور اسی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ سے معافی کا بھی طلبگار ہوتا ہے۔ دن رات اپنے خالق و مالک کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس کے سامنے روتا، گڑگڑاتا اور دُعائیں کرتا ہے۔ جس سے وہ ایک اُجلی طبیعت کے ساتھ آلائشوں سے ہلکا پھلکا اور صاف ستھرا ہو کر نئی روحانی زندگی میں داخل ہوتا ہے۔ گویا کہ وہ نفس امارہ اور نفس لوامہ کی سٹیج سے ہوتا ہوا نفس مطمئنہ تک پہنچ جاتا ہے، دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ مشکلات و مصائب انسان کی زندگی کو اُجلی بنانے کے لیے رنگ کاٹ کا کام کرتے ہیں۔

ایک مومن کی روحانی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ نے رنگ کاٹ کے چھٹوں کے اوقات متعین فرما رکھے ہیں۔ ان میں سے ایک رمضان المبارک ہے۔

اس کی تفصیل میں جانے سے قبل ایک اور روحانی چھٹے کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہر ہفتہ کا خطبہ جمعہ۔ ہم اپنی مساجد، بیوت الذکر، نماز سینٹرز کے ساتھ ساتھ اب کووِڈ (Covid) کی عالمی وبا کے دنوں میں اپنے گھروں میں بھی پنجوقتہ باجماعت نماز اور جمعۃ المبارک کے دن نماز جمعہ کا اہتمام بہت شوق و ذوق سے کرتے ہیں۔ مبلغین، مربیان، معلمین اور بعض جگہوں پر خطیب حضرات اپنی اپنی سطح پر خطباتِ جمعہ میں اسلام احمدیت کی تعلیمات بیان کر کے کچھ نصائح اور بعض دینی امور پر عمل کرنے کی تلقین کرتے ہیں اور مقتدی و نمازی اس رنگ کاٹ کے روحانی چھٹے کو اپنے اندر absorb کر کے مَن کی میل کچیل دور کرتے ہیں۔

جماعت احمدیہ پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان عظیم ہے کہ ہمارے پیارے امام حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، ایم ٹی اے کی نعمت کے ذریعہ عالمگیر جماعت سے براہ راست ہر جمعہ کے دن مخاطب ہوتے ہیں۔ جسے کل عالم کے احمدی مختلف اوقات ہونے کے باوجود بہت دلجمعی اور غور سے ٹی وی کے ذریعہ سنتے، اپنی اصلاح کرتے اور اس حوالے سے اپنی اور اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے پروگرامز بناتے ہیں۔ یہ اُس انتشارِ روحانی اور قوت قدسیہ کا وقت ہوتا ہے جب حضور کے مبارک الفاظ ہمارے دلوں کو چھونے کے بعد اس کی اتھاہ گہرائیوں میں اترتے جاتے ہیں اور اندر کی بُرائیوں اور خامیوں کی نشان دہی کرتے ہوئے ہر احمدی کو انہیں اپنے اندر سے نکال پھینکنے کی کامیاب کوشش کرتے ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لیے خلافت کے روپ میں ایک روحانی چھٹہ ہے۔

جہاں تک رمضان المبارک کا تعلق ہے۔ خود اس کا نام ہی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بھٹی میں آگ لگی ہوئی ہے جس کے ذریعہ ہر چیز صاف ستھری ہو کر اور پُرکشش شکل و صورت اختیار کر کے باہر آرہی ہے۔ کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

اِنَّمَا سُمِّیَ رَمَضَانُ لِاَنَّ رَمَضَانَ یَرمُضُ الذُّنُوبَ

(کنز العمال، کتاب الصوم)

رمض، تپش کو کہتے ہیں اور رمضان رمض کا تثنیہ کا صیغہ ہے جس کے معنی دو گرمیوں کے ہیں۔ ایک جسمانی گرمی اور ایک روحانی گرمی جو روزے دار کو محسوس ہوتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

’’رمض سورج کی تپش کو کہتے ہیں۔ رَمضَان میں چونکہ انسان اکل و شرب اور تمام جسمانی لذتوں پر صبر کرتا ہے۔ دوسرے اللہ تعالیٰ کے احکام کے لئے ایک حرارت اور جوش پیدا کرتا ہے۔ روحانی اور جسمانی حرارت اور تپش مل کر رَمضَان ہوا‘‘

(ملفوظات جلد اوّل، صفحہ 136 ایڈیشن 1988ء)

پس رمضان بھی ایک مومن کو روحانی گڑ کی تیاری میں کیمیکلز اور رنگ کاٹ کے ذریعہ پاک صاف بنانے کا مبارک مہینہ ہے۔ انسانی وجود کے اندر کی میل کچیل کو نکال کر باہر پھینکنے کے لئے رمضان کے تیس روزے ایک اہم ذریعہ ہیں۔ اس کے علاوہ ماہ رمضان کے تمام عوامل ہی ایک مومن کے لئے رنگ کاٹ کا کام کر رہے ہوتے ہیں۔ جیسے پانچ باجماعت فرض نمازیں، نماز تہجد اور دیگر نوافل، تلاوت قرآن کریم، اعتکاف، لیلۃ القدر کو حاصل کرنے کے لیے آخری عشرہ میں عبادات کا اہتمام، زکوٰۃ، صدقہ وخیرات، خطبات حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ، الفضل آن لائن سمیت جماعتی رسائل و اخبارات، اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی نعمتوں پر تشکر، انسان کا رمضان کے ادب میں خاموش رہنا اور لایعنی، غیر اخلاقی اور فحش باتوں سے اجتناب کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے اس رنگ میں مماثلت، نیکیوں کے حصار میں رہنا اور بدیوں سے بھاگنا۔ یہ تمام امور ایک مومن کو معاصی و گناہ سے نجات دلاتے ہیں، اور اسے اللہ تعالیٰ کا مقرب اور پیارا بناتے ہیں۔ جس طرح رنگ کاٹ گڑ میں سے میل اور گندگی باہر نکال کر گاہک کے لیے پیارا بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس رمضان المبارک میں سے اس طرح گزارے کہ ہم سب اپنے اندر کی کثافتوں، گندگیوں اور میل کچیل کو باہر نکال کر نیک، متقی، صالح، بردبار، عاجز اور خادم دین بن جائیں۔ آمین ثم آمین۔

(ابوسعید)

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت ...... از صفحہ 1

لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسی باتیں نہیں بتائیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ۔ کہ زمین و آسمان کی ہر چیز تسبیح کر رہی ہے تو اس کا یہی مطلب ہوسکتا ہے کہ اے لوگو تم اس تسبیح کو سنو۔ جب ہم کہتے ہیں کہ چاند نکل آیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کرتا ہے کہ لوگ آئیں اور دیکھیں یا جب ہم کہتے ہیں کہ فلاں شخص گا رہا ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ چلو اور اس کا راگ سنو۔ اسی طرح جب خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ۔ کہ زمین و آسمان کی ہر چیز تسبیح کر رہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس تسبیح کو سنو۔ پس معلوم ہوا کہ یہ تسبیح ایسی ہے جسے ہم سن بھی سکتے ہیں۔ ایک سننا تو ادنیٰ درجے کا ہے اور ایک اعلیٰ درجے کا۔ مگر اعلیٰ درجے کا سننا انہی لوگوں کو میسر آسکتا ہے جن کے ویسے ہی کان اور آنکھیں ہوں۔ اسی لئے مومن کو یہ کہا جاتا ہے کہ جب وہ کھانا شروع کرے تو بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے۔ کھانا ختم کرے تو اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کہے۔ کپڑا پہنے یا کوئی اور نظارہ دیکھے تو اسی کے مطابق تسبیح کرے۔ گویا مومن کا تسبیح کرنا کیا ہے؟ وہ ان چیزوں کی تسبیح کی تصدیق کرنا ہے۔ وہ کپڑے کی تسبیح اور کھانے کی تسبیح اور دوسری چیزوں کی تسبیح کی تصدیق کرتا ہے۔ جب انسان کھانا کھاتے ہوئے بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھتا ہے۔ کھانا ختم کر کے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ پڑھتا ہے۔ کپڑا پہنتے ہوئے دعا کرتا ہے اور اللہ کو یاد کرتا ہے تو یہ چیزیں جو انسان خود کر رہا ہوتا ہے یہی اصل میں تسبیح ہے جو ان چیزوں کی طرف سے ہو رہی ہوتی ہے۔ ان کو دیکھ کے جب انسان شکرگزاری کرتا ہے تو یہی تسبیح ان چیزوں کی طرف سے بھی ہو رہی ہے۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں اور کتنے ہیں جو اس پر عمل کرتے ہیں۔ وہ رات دن کھاتے اور پیتے ہیں۔ پہاڑوں پر سے گزرتے ہیں، دریاؤں کو دیکھتے ہیں، سبزہ زاروں کا مشاہدہ کرتے ہیں، درختوں اور کھیتوں کو لہلہاتے ہوئے دیکھتے ہیں، پرندوں کو چہچہاتے ہوئے سنتے ہیں، مگر ان کے دلوں پر کیا اثر ہوتا ہے۔ کیا ان کے دلوں میں بھی ان چیزوں کے مقابلے میں تسبیح پیدا ہوتی ہے۔ اگر نہیں پیدا ہوتی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے ان چیزوں کی تسبیح کو نہیں سنا۔ مگر تم کہو گے کہ ہمارے کانوں میں تسبیح کی آواز نہیں آتی۔ میں اس کے لئے تمہیں بتاتا ہوں کہ کئی آوازیں کان سے نہیں بلکہ اندر سے آتی ہیں۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 16 صفحہ 149-150)

پس ہر شکرگزاری جو ہے جب وہ انسان کسی چیز کی کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دیکھتا ہے تو سبحان اللّٰہ پڑھتا ہے تو انسان کی جو تسبیح ہے وہ اصل میں ان چیزوں کی جو تسبیح ہے اس کا اظہار انسان کے منہ سے ہو رہا ہوتا ہے۔ اس نکتے کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ پس تسبیح کے اس انداز کو بھی ہمیں اپنانے کی کوشش کرنی چاہئے بلکہ تقویٰ تو یہی ہے کہ اس قسم کی تسبیح ہمارا معمول بن جائے۔

(خطبہ جمعہ 4/ ستمبر 2015ء)

حسنیٰ مقبول احمد۔امریکہ

دُعا، ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے (مسیح موعودؑ)

(قسط 10)

اپنی زبان میں دعا

•سوال ہوا کہ آیا نماز میں اپنی زبان میں دعا مانگنا جائز ہے؟ حضرت اقدسؑ نے فرمایا:

’’سب زبانیں خدا نے بنائی ہیں۔ چاہیئے کہ اپنی زبان میں جس کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ نماز کے اندر دعائیں مانگے۔ کیونکہ اس کا اثر دل پر پڑتا ہے۔ تا کہ عاجزی اور خشوع پیدا ہو۔ کلام الٰہی کو ضرور عربی میں پڑھو۔ اور اس کے معنی یاد رکھو اور دعا بیشک اپنی زبان میں مانگو۔ جو لوگ نماز کو جلدی جلدی پڑھتے ہیں اور پیچھے لمبی دعائیں کرتے ہیں وہ حقیقت سے ناآشنا ہیں۔ دعا کا وقت نماز ہے نماز میں بہت دعائیں مانگو۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 298، آن لائن ایڈیشن 1984)

استغفار وظیفہ ہے

•ایک شخص نے پوچھا کہ میں کیا وظیفہ پڑھا کروں۔ فرمایا۔

’’استغفار بہت پڑھا کرو۔ انسان کی دو ہی حالتیں ہیں۔ یا تو وہ گناہ نہ کرے۔ یا اللہ تعالیٰ اس گناہ کے بدانجام سے بچالے۔ سو استغفار پڑھنے کے وقت دونوں معنوں کالحاظ رکھنا چاہیئے۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ سے گذشتہ گناہوں کی پردہ پوشی چاہیئے اور دوسرا یہ کہ خدا سے توفیق چاہے کہ آئندہ گناہوں سے بچائے۔ مگر استغفار صرف زبان سے پورا نہیں ہوتا۔ بلکہ دل سے چاہیئے۔ نماز میں اپنی زبان میں بھی دعا مانگو۔ یہ ضروری ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 320، آن لائن ایڈیشن 1984)

قبولیتِ دعا کے شرائط

•قبولیت دعا کے واسطے چار شرطوں کا ہونا ضروری ہے۔ تب کسی کے واسطے دعا قبول ہوتی ہے۔ شرط اول یہ ہے کہ اتقاء ہو یعنی جس سے دعا کرائی جاوے وہ دعا کرنے والا متقی ہو۔ تقویٰ احسن واکمل طور پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پایا جاتا تھا۔ آپؐ میں کمال تقویٰ تھا۔ اصول تقویٰ کا یہ ہے کہ انسان عبودیت کو چھوڑ کر الوہیت کے ساتھ ایسا مل جاوے جیسا کہ لکڑی کے تختے دیوار کے ساتھ مل کر ایک ہوجاتے ہیں۔ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی شئے حائل نہ رہے۔ امور تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک یقینی بدیہی یعنی ظاہری دیکھنے میں ایک بات بری یا بھلی ہے۔ دوم یقینی نظری یعنی ویسا یقین تو نہیں۔ مگر پھر بھی نظری طور پر دیکھنے میں وہ امر اچھا یا برا ہو۔ سوم وہ امور مشتبہ ہیں یعنی ان میں شبہ ہو کہ شاید یہ برے ہوں۔ پس متقی وہ ہے کہ اس احتمال اور شبہ سے بھی بچے۔ اور تینوں مراتب کو طے کرے۔ حضرت عمر کا قول ہے کہ شبہ اور احتمال سے بچنے کے لئے ہم دس باتوں میں سے نو باتیں چھوڑ دیتے ہیں۔ چاہیئے کہ احتمالات کا سد باب کیا جاوے۔ دیکھو ہمارے مخالفوں نے اس قدر تائیدات اور نشانات دیکھے ہیں کہ اگر ان میں تقویٰ ہوتا تو کبھی روگردانی نہ کرتے۔ ایک کریم بخش کی گواہی ہی دیکھو جس نے رو رو کر اپنے بڑھاپے کی عمر میں جبکہ اس کی موت بہت قریب تھی یہ گواہی دی کہ ایک مجذوب گلاب شاہ نے پہلے سے مجھے کہا تھا کہ عیسیٰ قادیان میں پیدا ہوگیا ہے۔ اور وہ لدھیانہ میں آوے گا۔ اور تو دیکھے گا کہ مولوی اس کی کیسی مخالفت کریں گے۔ اس کا نام غلام احمد ہوگا۔ دیکھو یہ کیسی صاف پیشگوئی ہے جو اس مجذوب نے کی۔ کریم بخش کے پابند صوم وصلوٰۃ ہونے اور ہمیشہ سچ بولنے پر سینکڑوں آدمیوں نے گواہی دی جیسا کہ ازالہ اوہام میں مفصل درج ہے۔

اب کیا تقویٰ کا یہ کام ہے کہ اس گواہی کو جھٹلایا جاوے۔ تقویٰ کے مضمون پر ہم کچھ شعر لکھ رہے تھے اس میں ایک مصرعہ الہامی درج ہوا۔ وہ شعر یہ ہے۔

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

اس میں دوسرا مصرعہ الہامی ہے۔ جہاں تقویٰ نہیں وہاں حسنہ حسنہ نہیں اور کوئی نیکی نیکی نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف کی تعریف میں فرماتا ہے۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرہ:3) قرآن بھی ان لوگوں کے لئے ہدایت کا موجب ہوتا ہے جو تقویٰ اختیار کریں ابتدا میں قرآن کے دیکھنے والوں کا تقویٰ یہ ہے کہ جہالت اور حسد اور بخل سے قرآن شریف کو نہ دیکھیں بلکہ نور قلب کا تقویٰ ساتھ لے کر صدق نیّت سے قرآن شریف کو پڑھیں۔

دوسری شرط قبولیت دعا کیواسطے یہ ہے کہ جس کیواسطے انسان دعا کرتا ہو۔ اس کے لئے دل میں درد ہو۔ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ (النمل:63)

تیسری شرط یہ ہے کہ وقت اصفیٰ میسر آوے۔ ایسا وقت کہ بندہ اور اس کے رب میں کچھ حائل نہ ہو۔ قرآن شریف میں جو لیلۃ القدر کا ذکر آیا ہے کہ وہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ یہاں لیلۃ القدر کے تین معنی ہیں۔ اول تو یہ کہ رمضان میں ایک رات لیلۃ القدر کی ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم کا زمانہ بھی ایک لیلۃ القدر تھا یعنی سخت جہالت اور بے ایمانی کی تاریکی کے وہ زمانہ میں آیا جبکہ ملائکہ کا نزول ہوا۔ کیونکہ نبی دنیا میں اکیلا نہیں آتا۔ بلکہ وہ بادشاہ ہوتا ہے۔ اور اس کے ساتھ لاکھوں کروڑوں ملائکہ کا لشکر ہوتا ہے۔ جو ملائک اپنے اپنے کام میں لگ جاتے ہیں۔ اور لوگوں کے دلوں کو نیکی کی طرف کھینچتے ہیں۔ سوم۔ لیلۃ القدر انسان کے لئے اس کا وقت اصفیٰ ہے۔ تمام وقت یکساں نہیں ہوتے۔ بعض وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہؓ کو کہتے کہ ارحنا یا عائشۃ یعنی اے عائشہؓ مجھ کو راحت و خوشی پہنچا اور بعض وقت آپ بالکل دعا میں مصروف ہوتے۔ جیسا کہ سعدیؒ نے کہا ہے۔

وقتے چنیں بودے کہ بجبرئیل ومیکائیل پرداختے
و دیگر وقت باحفصہ و زینب درساختے

جتنا جتنا انسان خدا کے قریب آتا ہے۔ یہ وقت اسے زیادہ میسر آتا ہے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ پوری مدت دعا کی حاصل ہو یہاں تک کہ خواب یا وحی سے اللہ تعالیٰ خبر دے۔ محبت و اخلاص والے کو جلدی نہیں چاہیئے۔ بلکہ صبر کے ساتھ انتظار کرنا چاہیئے۔

(الحکم جلد 5 نمبر 32 صفحہ 14-13 پرچہ 31 اگست 1901ء) (ملفوظات جلد دوم صفحہ 335-337)

دعا کا طریق

•دعا کے لئے رقت والے الفاظ تلاش کرنے چاہئیں۔ یہ مناسب نہیں کہ انسان مسنون دعاؤں کے ایسا پیچھے پڑے کہ ان کو جنتر منتر کی طرح پڑھتا رہے اور حقیقت کو نہ پہچانے۔ اتباع سنت ضروری ہے۔ مگر تلاشِ رقت بھی اتباع سنت ہے۔ اپنی زبان میں جس کو تم خوب سمجھتے ہو۔ دعا کرو۔ تا کہ دعا میں جوش پیدا ہو۔ الفاظ پرست مخذول ہوتا ہے۔ حقیقت پرست بنا چاہیئے۔ مسنون دعاؤں کو بھی برکت کے لئے پڑھنا چاہیئے۔ مگر حقیقت کو پاؤ۔ ہاں جس کو زبانِ عربی سے موافقت اور فہم ہو وہ عربی میں پڑھے۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 338)

(مجھے) دعا کرتے کرتے ضعف کا غلبہ ہوجاتا ہے

•بہت دفعہ خدا کی طرف سے الہام ہوا کہ تم لوگ متقی بن جاؤ اور تقویٰ کی باریک راہوں پر چلو تو خدا تمہارے ساتھ ہوگا۔ فرمایا اس سے میرے دل میں بڑا درد پیدا ہوتا ہے کہ میں کیا کروں کہ ہماری جماعت سچا تقویٰ و طہارت اختیار کرلے پھر فرمایا کہ میں اتنی دعا کرتا ہوں کہ دعا کرتے کرتے ضعف کا غلبہ ہوجاتا ہے اور بعض اوقات غشی اور ہلاکت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 303)

عائشہ چودہری۔ جرمنی

سورۃ اللیل، الضحیٰ، الم نشرح، التین، العلق، القدر، البیّنۃ، الزلزال، العادیات اور القارعۃ کا تعارف

از حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

سورۃ اللیل

یہ سورت مکی ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی بائیس آیات ہیں۔

سورۃ الشمس کے بعد سورۃ لیل آتی ہے جیسے دن کے بعد رات آیا کرتی ہے اور یہ کوئی دنیاوی رات نہیں بلکہ اس ساری سورت میں رات کے روحانی پہلو احسن طریق پر پیش فرمائے گئے ہیں اور ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی ہے کہ جب رات آئے گی تو پھر دن بھی ضرور چڑھے گا۔ فرمایا جیسے دن اور رات کے اثرات الگ الگ ہوتے ہیں اسی طرح انسان کی کوششیں بھی یا رات کی طرح تاریک ہوتی ہیں یا دن کی طرح روشن۔ ہر انسان کو اس کے اپنے اعمال اور نظریات کے مطابق جزا دی جاتی ہے۔ پس وہ لوگ جو اللہ کا تقویٰ اختیار کر کے اس کی راہ میں اور غریبوں کی بہبود میں خرچ کرتے ہیں اور اچھی بات کی، جب وہ ان کے پاس پہنچے تصدیق کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان کی راہیں آسان فرما دے گا۔ اس کے مقابل پر وہ شخص جو کنجوسی سے کام لے اور اس سے بے پرواہ ہو کہ اس کے کیا نتائج نکلیں گے اور بھلائی کی بات جب اس کے پاس پہنچے تو اس کی تکذیب کر دے تو ہم اس کا سفر مشکل بنا دیں گے۔

پس آخر پر بد اعمال شخص کو جس کی صفات اوپر گزری ہیں بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرایا جا رہا ہے جب وہ اس میں داخل ہو گا اور وہ شخص اس آگ سے ضرور بچایا جائے گا جس نے اپنا مال نیک کاموں پر خرچ کیا اور تقویٰ اختیار کیا۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، صفحہ 1177)

سورۃ الضحیٰ

یہ مکی سورت ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی بارہ آیات ہیں۔

اس سورت میں پھر ایک ایسے دن کی خوشخبری دی گئی ہے جو خوب روشن ہو چکا ہو گا اور پھر ایک رات کی جو اس کے بعد پھر آئے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے یہ فرمایا گیا ہے کہ سخت اندھیروں اور مشکلات کے وقت میں اللہ تعالیٰ تجھے اکیلا نہیں چھوڑے گا اور تیری ہر بعد میں آنے والی گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہو گی اور پھر یہ خوشخبری ہے کہ تجھے اللہ تعالیٰ بہت کچھ عطا فرمائے گا۔ پس یتامیٰ سے حسن سلوک کر اور سوالی کو جھڑکا نہ کر اور نعوذ باللہ اس ڈر سے کہ گویا تیری نعمتیں ختم ہو جائیں گی ان کو بنی نوع انسان سے چھپا نہیں۔ جتنا تُو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا چلا جائے گا اللہ تعالیٰ اُسے اور بھی زیادہ بڑھاتا چلا جائے گا۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 1181)

سورۃ الم نشرح

یہ سورت مکی ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی نو آیات ہیں۔

اس عظیم سورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفاتِ حسنہ کے بیان کے بعد فرمایا گیا کہ کیا ہم نے تیرا سینہ پوری طرح کھول نہیں دیا اور امانت کا جو بوجھ تُو نے اٹھایا ہوا تھا، اللہ نے اپنے فضل سے اسے ادا کرنے کی تجھے توفیق نہیں بخشی اور تیرا ذکر بلند نہیں کر دیا؟ پس یہ دائمی صداقت یاد رکھ کہ ہر مشکل کے بعد آسانی پیدا ہوتی ہے۔ ہر مشکل کے بعد ایک آسانی پیدا ہوتی ہے۔ یعنی دنیاوی لحاظ سے بھی یہی اصول ہے اور روحانی لحاظ سے بھی یہی۔ پس جب تُو دن بھر کی مصروفیات سے فارغ ہو تو رات کو اپنے ربّ کے حضور کھڑا ہو جایا کر اور اس کی محبت سے تسکینِ دل پایا کر۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 1185)

سورۃ التین

یہ سورت مکی ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی نو آیات ہیں۔

سورۃ الانشرح کے بعد سورۃ التین آتی ہے جو دراصل اس بات کی تشریح ہے کہ فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا۔اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا۔

اس میں ایک لا متناہی ارتقاء کی خبر دی گئی ہے۔ اس میں تین اور زَیتون کو گواہ ٹھہرایا گیا یعنی آدم اور نوح علیہا الصلوٰۃ و السلام کو اور طُورِ سِینِینَ یعنی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُس پہاڑ کو جس پر اللہ تعالیٰ کی تجلی ہوئی اور پھر اس بَلَدِ امین کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آماجگاہ تھا۔ اس تدریجی روحانی ترقی کے ساتھ یہ اعلان فرما دیا کہ اسی طرح ہم نے انسان کو ادنیٰ حالتوں سے ترقی دیتے ہوئے انسان کی آخری ارتقائی منزلوں تک پہنچایا ہے۔ لیکن جو بدنصیب اس سے استفادہ نہ کرے اسے ہم نچلے درجہ کی طرف لوٹنے والوں میں سب سے نیچے لوٹا دیا کرتے ہیں۔ گویا ایک لا متناہی ترقی معکوس کا ذکر ہے۔ لیکن وہ جو ایمان لائیں اور نیک اعمال بجا لائیں اُن کی روحانی ترقیات لا محدود ہو ں گی۔ پس جو اس کے بعد بھی دین کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلائے تو اللہ تعالیٰ اس کے معاملہ میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 1188)

سورۃ العلق

یہ سورت مکی ہے اور سب سے پہلے نازل ہونے والی سورت ہے۔ بسم اللہ سمیت اس کی بیس آیات ہیں۔

نزول وحی کا آغاز اس سورت سے ہوا جس میں اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ربّ کے نام سے قراءت کا حکم دیتا ہے جس نے ہر چیز کو تخلیق کی خلعت بخشی ہے۔ اور پھر دوبارہ اِقۡرَاۡ فرما کر یہ اعلان فرمایا گیا کہ اس سب سے زیادہ معزز ربّ کا نام لے کر قراءت کر جس نے تمام انسانی ترقی کا راز قلم میں رکھ دیا ہے۔ اگر قلم اور تحریر کا ملکہ انسان کو عطا نہ کیا جاتا تو کوئی ترقی ممکن نہیں تھی۔

اس کے بعد ہر اُس انسان کو خبردار کیا گیا ہے جو عبادت کی راہ میں روکیں ڈالتا ہے۔ اُس کو اس انجام سے ڈرایا گیا ہے کہ اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اسے اس کی جھوٹی خطاکار پیشانی کے بالوں سے پکڑ لیں گے۔ پھر وہ اپنے جس مددگار کو چاہے بلائے۔ ہمارے پاس بھی سخت سزا دینے والے دوزخ کے فرشتے ہیں۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 1190)

سورۃ القدر

یہ سورت مکی ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی چھ آیات ہیں۔

اس سورت میں یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ جس قرآن کی وحی کا ذکر کیا گیا ہے وہ ہر قسم کی اندھیری راتوں کو روشن کرنے کی طاقت رکھتی ہے۔ پس یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی انتہائی تاریک رات کا ذکر فرمایا جس میں بحر و برّ میں فساد پھیل چکا تھا۔ مگر اس فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعاؤں کے نتیجہ میں ایک ایسی صبح طلوع ہوئی، یعنی قرآن کریم کا نزول ہوا، جس کا نور قیامت تک رہنے والا تھا۔ هِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ سے مراد یہ ہے کہ وحی اس وقت تک نازل ہوتی رہے گی جب تک پوری طرح سے فجر نہ پھوٹ پڑے۔ اور پھر یہ اعلان فرمایا گیا کہ ایک شخص کی ساری عمر کی جدو جہد سے بہتر یہ ایک لیلۃ القدر کی گھڑی ہے اگر کسی کو نصیب ہو جائے۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 1193)

سورۃ البیّنۃ

یہ سورت مدنی ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی نو آیات ہیں۔

گزشتہ سورت میں ذکر فرمایا گیا تھا کہ لیلۃ القدر میں نازل ہونے والی وحی ہر چیز کو خوب کھول کھول کر بیان فرما دے گی جیسے صبح روشن ہو چکی ہو اب اس سورت میں ذکر ہے کہ اسی طرح ہم نے نسبتاً چھوٹے پیمانے پر گزشتہ انبیاء کو بھی ایک لیلۃ القدر عطا کی تھی ورنہ وہ محض اپنی کوششوں سے وقت کے اندھیرے کو صبح میں تبدیل نہیں کر سکتے تھے۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بیان فرمایا گیا کہ گزشتہ تمام انبیاء پر جو کتب نازل کی گئی تھیں ان تمام کا خلاصہ تیری تعلیم میں شامل فرما دیا گیا ہے اور ان کی تعلیمات کا خلاصہ یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر اس کے دین کو خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کریں اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ یہ ایسا دین ہے جو خود بھی ہمیشہ قائم رہے گا اور بنی نوع انسان کو بھی صراطِ مستقیم پر قائم کرتا رہے گا۔

اس کے بعد کافروں اور مومنوں دونوں کے بد اور نیک انجام کی خبر دی گئی ہے کہ جب دینِ قیّم آ جائے تو پھر ہر شخص اس امر میں آزاد ہے کہ چاہے تو اس کی پیروی کرے اور نیک انجام کو پہنچے اور چاہے تو اس کا انکار کر کے بد انجام کو پہنچے۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 1196)

سورۃ الزلزال

یہ سورت مکی ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی نو بقیہ صفحہ 6 پر

غلام مصباح بلوچ۔ استاد جامعہ احمدیہ کینیڈا

حضرت بابا اللہ داد رضی اللہ عنہ

حضرت بابا اللہ داد صاحبؓ ولد مکرم دیدار بخش صاحب قوم اولکھ اصل میں کوٹ ہرا ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے لیکن قبول احمدیت کے بعد اپنے گاؤں میں ستائے جانے کی وجہ سے قریبی گاؤں مدرسہ چٹھہ میں آگئے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ آپ بفضلہ تعالیٰ 1/5 حصہ کے موصی (وصیت نمبر 1342) تھے۔ مورخہ 10/نومبر 1936ء کو 70 سال کی عمر میں وفات پائی، اخبار الفضل نے خبر وفات دیتے ہوئے لکھا: ’’بابا اللہ داد صاحب متوطن مدرسہ چٹھہ ضلع گوجرانوالہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے تھے، 10/11 نومبر کی درمیانی شب وفات پاگئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ…. اور مرحوم مقبرہ بہشتی میں دفن کیے گئے۔‘‘

(الفضل 13/ نومبر 1936ء)

مدرسہ چٹھہ کے سیکرٹری تبلیغ 1942ء مکرم غلام محمد صاحب نے مدرسہ چٹھہ میں احمدیت کی ابتداء کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

’’…. اس گاؤں میں سب سے پہلے ایک شخص اللہ داد قوم اولکھ نے احمدیت قبول کی اور اسی کی تبلیغ سے باقی تمام گاؤں رفتہ رفتہ احمدی ہوگیا۔ چودھری اللہ داد صاحب کا واقعہ اس طرح ہے کہ یہ شخص ابتداء عمر میں بڑا زبردست اور جابر آدمی تھا اور چوری بھی کرتا رہا۔ بعد میں جب احمدی ہوکر اپنے گناہوں سے تائب ہوا تو جہاں تک اس کی مالی استطاعت تھی، لوگوں کے پاس جا جا کر حسب توفیق کچھ نقدی پیش کر کے ان سے کہتا کہ میرے پاس صرف اسی قدر مال ہے جو میں ادا کرسکتا ہوں، یہ لے لیا جائے اور باقی معاف کر دیا جائے۔ جب اس کے پاس مال نہ رہا تو پھر یوں بھی معذوری پیش کر کے معافی مانگتا رہا۔

یہ شخص بابا اللہ داد پہلے موضع کوٹ ہرا میں جو کہ مدرسہ سے ایک میل جانب غرب ہے، رہا کرتا تھا۔ وہاں پر ایک شخص مسمی ابراہیم گاؤں کے سکول میں مدرس تھے، اصل گاؤں اُن کا موضع لنگے ضلع گجرات تھا۔ جب وہ احمدی ہوئے تو لوگوں نے ان کو تکلیف دینا شروع کی یہاں تک کہ وہ اس گاؤں کو چھوڑ کر واپس اپنے گاؤں لنگے جانے پر مجبور ہوگئے اور سکول بھی غیر آباد ہوگیا۔ ان کے ساتھ اس قسم کی بدسلوکی کے برتاؤ دیکھ کر بابا اللہ داد نے اس کی وجہ دریافت کی۔ لوگوں نے بیان کیا کہ ایک شخص مرزا غلام احمد قادیان میں امام مہدی ہونے کا دعویدار ہے اور یہ شخص اس کا مرید ہے۔ یہ سن کر بابا اللہ داد تیار ہوگیا کہ میں ضرور جاکر اُس آدمی کو دیکھوں گا اور اگر وہ سچا ہوا تو مان لوں گا چنانچہ وہ چل پڑا اور قادیان آ پہنچا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے واپس آ گیا اور جاتے ہی دیوانہ وار ہر ایک کو تبلیغ کرنی شروع کر دی۔ اس کی تبلیغ کے والہانہ واقعات عجیب عجیب ہیں۔ موضع کوٹ ہرا میں بابا اللہ داد نے زور شور سے تبلیغ شروع کی، جس جگہ مجمع دیکھتا تبلیغ کرنے لگتا۔ لوگ مشتعل ہوکر زدوکوب کرتے لیکن وہ حوصلہ نہ ہارتا۔ آخر لوگوں نے اسے کوٹ ہرا سے نکال دیا اور وہ موضع مدرسہ میں آ گیا، اپنی ملکیتی زمین بھی چھوڑ آیا۔ یہاں آ کر بھی اس نے وہی طریق اختیار کیا…. ایک صاحب چودھری محمد حیات نے بیان کیا کہ میں جب شیعہ تھا تو مجھے وہ ہروقت تبلیغ کرتا رہتا۔ ایک دن میں نے کہا تم ہمیں گھر میں فارغ دیکھ کر تبلیغ کرنے لگ جاتے ہو، بات تو تب ہے کہ باہر ہمارے کام پر آ کر تبلیغ کرو۔ ایک دن وہ اپنا کام چھوڑ کر دو میل کے فاصلہ پر جہاں میرے دھان کے کھیت تھے اور میں ہل چلا رہا تھا، جا پہنچا۔ جاتے ہی مجھ سے ہل لے لیا اور چلانے لگ گیا اور ساتھ ساتھ تبلیغ بھی کرتا رہا۔ ابتدا میں انہوں نے تبلیغ کی غرض سے شیعوں کے ساتھ مناظرہ طے کیا حالانکہ اکیلے آدمی تھے۔ قادیان خط لکھ کر بھیج دیا کہ فلاں تاریخ کو مناظرہ پر کوئی مولوی صاحب مرکز سے بھیج دیے جائیں۔ مقررہ تاریخ پر شیعوں کے مولوی لکھنؤ سے آگئے مگر قادیان سے کوئی مولوی صاحب نہ آئے۔ لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا زمانہ تھا، کچھ دیر بعد حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب تشریف لے آئے، نہایت کامیاب مناظرہ ہوا۔ باہر سے آنے والے احمدی مہمانوں کا کھانا بابا اللہ داد صاحب نے تیار کیا لیکن جب کھانے کا وقت آیا تو لوگوں نے برتن توڑ دیے اور سونے کے لیے نہ چارپائی میسر آئی نہ مکان، نہایت تنگی سے بابا صاحب کا مکان جس میں اپنی گائیں باندھا کرتے تھے، نیچے پیالی ڈال کر بستر کیے گئے۔ ایک دفعہ تبلیغ کرتے ہوئے ان کو گاؤں کے نمبردار چودھری خیر محمد نے لوہے کا چمٹہ مار کر سر میں زخم کر دیا لیکن وہ خدا کا بندہ نہ ہمت ہارتا نہ کسی پر ناراض ہوتا، متواتر ہمت سے کام کرتا رہا۔ ساری ساری رات دعائیں کرتا، آخر اُسے خواب میں ایک کلّا لکڑی کا دیا گیا۔ اس نے لوگوں کو وہ بات سنائی، لوگوں نے تمسخر شروع کر دیا لیکن بابا صاحب نے اس کا یہ مطلب لوگوں کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ یہاں جماعت قائم کرے گا، اس کلّا سے مراد جماعت ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہاں بھاری تعداد میں لوگ احمدیت میں داخل ہوگئے…. صاحب موصوف موصی اور پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں زیادہ سے زیادہ اپنے فضلوں کا وارث بنائے اور جماعت کے ہر دوست کو اس نیک نمونہ پر عمل کرنے کی توفیق دے۔‘‘

(الفضل 9/اپریل 1942ء صفحہ 4)

بقیہ: سورۃ ہائے کا تعارف…… از صفحہ 5

آیات ہیں۔

اس سورت میں آخری زمانہ میں رونما ہونے والی ان تبدیلیوں کا ذکر ہے جن کے نتیجہ میں انسان سمجھے گا کہ اس نے قانون قدرت پر عظیم فتح پالی ہے حالانکہ اُس زمانہ میں جو کچھ زمین اپنے راز اُگلے گی وہ تیرے ربّ کے حکم سے ایسا کرے گی۔ اس دن انسانوں کی دنیاوی جزا سزا کا بھی ایک وقت آئے گا جب وہ دیکھیں گے کہ ان کی دنیاوی ترقیات نے ان کو کچھ بھی نہ دیا سوائے اس کے کہ باہم جنگ وجدال میں مبتلا ہو کر پراگندہ حال ہوگئے۔ پس اس دن ہر انسان اپنی چھوٹی سے چھوٹی نیکی کی بھی جزا پائے گا اور چھوٹی سے چھوٹی بدی کی بھی۔

اس سورت کے آغاز میں ذکر فرمایا گیا ہے کہ زمین اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی اور اسی تسلسل میں آخر پر فرمایا کہ محض بوجھ نیکیوں یا بدیوں کا ہی حساب نہیں لیا جائے گا بلکہ اگر کسی نے نیکی کا چھوٹے سے چھوٹا ذرّہ بھی سرانجام دیا ہو تو وہ اُس کی جزا دیکھے گا اور چھوٹے سے چھوٹا ذرّہ بدی کا اگر کیا ہو تو وہ اُس کی سزا بھی دیکھے گا۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 1199)

سورۃ العادیات

یہ سورت مکی ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی بارہ آیات ہیں۔

ان جنگوں کے ذکر کے بعد جو دنیا کی خاطر رونما ہونے والی ہیں اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم کی دفاعی جنگوں کا ذکر فرمایا گیا جو ہر شان میں دنیاوی جنگوں سے مختلف اور نیک انجام ہیں۔ ان تیز رفتار گھوڑوں کو گواہ ٹھہرایا گیا جو تیزی سے سانس لیتے ہوئے اس طرح دشمن پر لپکتے ہیں کہ ان کے سموں سے چنگاریاں نکلتی ہیں اور صبح کے وقت حملہ آور ہوتے ہیں، شبخون نہیں مارتے۔ یہ اعلیٰ درجے کی بہادری کی علامت ہے ورنہ دنیاوی قوموں کی لڑائی میں ہر جگہ یہی بیان ہوا ہے کہ وہ چھپ کر حملہ کرتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ انسان اپنے ربّ کی سخت ناشکری کرتا ہے اور وہ خود اس بات پر گواہ ہے۔ اموال کی محبت میں وہ نہایت سخت ہوتا ہے۔ یہاں اشارہ اس طرف ہے کہ دنیا کی تمام جنگیں اموال کی خاطر کی جاتی ہیں۔ پس کیا وہ نہیں جانتا کہ جب زمین کے تمام راز اگلے جائیں گے اور لوگوں کے سینوں میں جو کچھ چھپی ہوئی باتیں ہیں وہ کھول دی جائیں گی اس دن اللہ تعالیٰ ان کے حالات سے خوب باخبر ہوگا۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 1202)

سورۃ القارعۃ

یہ سورت مکی ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی بارہ آیات ہیں۔

یہ سورت گزشتہ سورت کی تنبیہ کا ہی اعادہ کر رہی ہے کہ کبھی کبھی انسان کو خواب غفلت سے جگانے کے لئے ایک ہولناک آواز اس کے دروازے کھٹکھٹائے گی۔ یہ کھٹکھٹانے والی آواز کیا ہے؟ پھر غور کرو کہ یہ آواز کیا ہے؟ جب ہولناک جنگوں کی تباہ کاری کے نتیجہ میں انسان ٹڈی دل کی طرح پراگندہ ہو جائے گا اور گویا پہاڑ بھی دُھنی ہوئی اون کی طرح ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے۔ یہاں پہاڑوں سے مراد بڑی بڑی دنیاوی طاقتیں ہیں اور یقیناً کوئی اُخروی قیامت کا ذکر نہیں کیونکہ اس میں تو پہاڑ ریزہ ریزہ نہیں کیے جائیں گے۔ اس وقت جن قوموں کے پاس زیادہ بھاری جنگی سامان ہوں گے وہ فتحیاب ہوں گی اور جن کے جنگی سامان نسبتاً ہلکے ہوں گے وہ جنگ کی ھاویہ میں گرائی جائیں گی۔ یہ ایک بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 1204)

قمر احمد ظفر۔ نمائندہ روزنامہ الفضل آن لائن جرمنی

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ مؤرخہ 21؍ جنوری 2022ء

بصورت سوال و جواب

سوال: مدینہ پہنچنے کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے کس طرف توجّہ فرمائی؟

جواب: تعمیرِ مسجدِ نبویؐ

سوال: جس جگہ آنحضرتؐ کی اونٹنی آ کر بیٹھی تھی، آپؐ نے اُسے مسجد اور اپنے حجرات کے تعمیر کے لئے پسند فرمایا، کتنے میں یہ زمین خرید لی گئی نیز بمطابق ایک روایت کن کے مال سے اِس جگہ کی رقم ادا کی گئی؟

جواب: دس دینار؛ حضرت ابوبکر صدّیقؓ

سوال: رسول اللہؐ نے حضرت ابوبکرؓ اور کن کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی؟

جواب: حضرت خارجہؓ بن زید

سوال: کون لکھتے ہیں کہ مکّہ میں رسول اللہؐ نے حضرت ابوبکر صدّیقؓ اور حضرت عمرؓ بن خطاب کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی، پھر جب رسول اللہؐ مدینہ تشریف لائے تو آپؐ نے وہ مؤاخات منسوخ فرما دی سوائے کن دو مؤاخات کے؟

جواب: علّامہ ابن عساکرؒ؛ ایک آپؐ اور حضرت علیؓ نیز دوسری حضرت حمزہؓ اور حضرت زیدؓ بن حارثہ کے درمیان۔

سوال: غزوۂ بدر کب ہوئی؟

جواب: رمضان 2؍ ہجری بمطابق مارچ 623ء

سوال: رسولِ کریمؐ کس کے قافلہ کی روک تھام کے لئے مدینہ سے نکلے جو شام کی طرف سے آ رہا تھا نیز جب مسلمانوں کا قافلہ ذَفِران کی وادی میں پہنچا تو آپؐ کو قریش کے بارہ میں کیا خبر ملی؟

جواب: ابوسفیان؛ وہ اپنے تجارتی قافلہ کو بچانے کے لئے نکل پڑے ہیں۔

سوال: نبیٔ کریمؐ کے صحابہ ٔکرامؓ سے مشورہ طلب کرنے پر کہ کیا لشکر کے مقابلہ میں تجارتی قافلہ تم کو زیادہ پسند ہے، اُنہوں نے کیا کہا؟

جواب: کیوں نہیں۔۔۔ایک گروہ نے کہا کہ آپؐ نے ہم سے جنگ کا ذکر کیوں نہ کیا تا کہ ہم اُس کی تیاری کر لیتے ہم تو تجارتی قافلہ کے لئے نکلے ہیں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ اُنہوں نے کہا! اَے اللہ کے رسولؐ! آپؐ کو تجارتی قافلہ کے لئے ہی جانا چاہیئے اور آپؐ دشمن کو چھوڑ دیں۔ **سوال:** مذکورۂ بالا تناظر میں رسولِ کریمؐ کا چہرۂ مبارک متغیر ہو گیا، اِس بارہ میں حضرت ابوایّوبؓ کیا بیان کرتے ہیں؟

جواب: اِس آیت کے نزول کا سبب بھی یہی واقعہ ہے، كَمَآ اَخۡرَجَكَ رَبُّكَ مِنۡۢ بَيۡتِكَ بِالۡحَـقِّ ۖ وَاِنَّ فَرِيۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ لَكٰرِهُوۡنَ (الانفال:6)؛ جیسے کہ تیرے ربّ نے تجھے حق کے ساتھ تیرے گھر سے نکالا تھا حالانکہ مؤمنوں میں سے ایک گروہ اُسے یقیناً ناپسند کرتا تھا۔

سوال: بروایت حضرت عبد اللہؓ بن مسعود، رسول اللہؐ کا چہرۂ مبارک کس بات پر چمک اُٹھا اور آپؐ بہت زیادہ مسرور ہوئے؟

جواب: حضرت مِقدادؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہؐ! جس کا اللہ نے آپؐ کو حکم دیا ہے اُسی طرف چلئے، ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم آپؐ سے یہ نہ کہیں گے جیسا کہ بنی اسرائیل نے موسیٰؑ سے کہا تھا۔ فَاذۡهَبۡ اَنۡتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوۡنَ (المآئدہ:25)؛ پس جا تُو اور تیرا ربّ دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم آپؐ کے ساتھ مِل کر قتال کریں گے کہ جب تک ہم میں جان ہے۔ اللہ کی قسم! جس نے آپؐ کو حقّ کے ساتھ نبی بنا کر مبعوث فرمایا ہے اگر آپؐ ہمیں برک الغماد بھی لے کر چلیں تو ہم آپؐ کے ہمراہ تلواروں سے لڑائی کرتے ہوئے چلتے چلے جائیں گے۔

سوال: میدانِ بدر میں کن کی تجویز پر صحابہؓ نے آنحضرتؐ کے لئے ایک سائبان تیار کر دیا نیز آپؐ اور حضرت ابوبکرؓ نے اِسی میں رات بسر کی؟

جواب: حضرت سعدؓ بن مُعاذ رئیسِ اوس

سوال: حضرت علیؓ نے کونسا حفاظتی فریضہ سرانجام دینے پر حضرت ابوبکرؓ کو لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر شخص قرار دیا ہے؟

جواب: حضرت ابوبکرؓ سائبان میں ننگی تلوار سونت کر آپؐ کے پاس حفاظت کے لئے کھڑے رہے اور آنحضرتؐ نے رات بھر خدا کے حضور گریہ و زاری سے دعائیں کیں۔

سوال: حضرت ابنِ عبّاسؓ نے بیان کیا کہ نبیؐ نے فرمایا! اور آپؐ بدر کے دن ایک بڑے خیمہ میں تھے کہ اَللّٰهُمَّ اِنِّيۡ اَنۡشُدُكَ عَهۡدَكَ وَ وَعۡدَكَ اَللّٰهُمَّ اِنۡ شِئۡتَ لَمۡ تُعۡبَدۡ بَعۡدَ الۡيَوۡمِ؛ اَے میرے اللہ! مَیں تجھے تیرے ہی عہد اور تیرے ہی وعدہ کی قسم دیتا ہوں، اَے میرے ربّ اگر تُو ہی مسلمانوں کی تباہی چاہتا ہے تو آج کے بعد تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔ اتنے میں کنہوں نے نے آپؐ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا، یارسول اللہؐ! بس کیجیئے۔ آپؐ نے اپنے ربّ سے دعا مانگنے میں بہت اصرار کر لیا ہے؟

جواب: حضرت ابوبکر صدّیقؓ

سوال: غزوۂ بدر میں رسول اللہؐ کے پہلو بہ پہلو قتال کرتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کی بے نظیر شجاعت کیسے سامنے آئی؟

جواب: آپؓ ہر سرکش کافر سے لڑنے کے لئے تیار تھے اگرچہ آپؓ کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ آپؓ کے بیٹے عبد الرحمٰنؓ نے جب اسلام قبول کیا تو آپؓ سے عرض کیا! بدر کے دن آپؓ میرے سامنے واضح نشان و ہدف پر تھے لیکن مَیں آپؓ سے ہٹ گیا اور آپؓ کو قتل نہ کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا! اگر تُو میرے نشانہ پر ہوتا تو مَیں تجھ سے نہ ہٹتا۔

سوال: غزوۂ بدر کے قیدیوں کے متعلق مشورہ کی بابت اپنے فطری رحم سے متأثر ہو کر آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکرؓ کی کس رائے پر اظہارِ پسندیدگی نیز قتل کے خلاف فیصلہ فرمایا؟

جواب: اِن کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے کیونکہ آخر یہ لوگ اپنے ہی بھائی بند ہیں، کیا تعجب کہ کل انہی میں سے فدائیانِ اسلام پیدا ہو جائیں۔

سوال: حضرت ابوبکر صدّیقؓ کو بخار ہوتا تو یہ شعر پڑھتے۔

كُلُّ امۡرِيءٍ مُصَبَّحٌ فِيۡ اَهۡلِهٖ وَالۡمَوۡتُ اَدۡنٰى مِنۡ شِرَاكِ نَعۡلِهٖ

ہر شخص جو اپنے گھر والوں میں صبح کو اُٹھتا ہے تو اُسے سلامتی کی دعائیں دی جاتی ہیں اور حالت یہ ہے کہ موت اُس کی جوتی کے تسمہ سے نزدیک تر ہوتی ہے، حضرت عائشہؓ رسول اللہؐ کے پاس آئیں اور سارا اَحوال بیان کیا تو اِس پر آپؐ نے کیا دعا کی؟

جواب: اَے اللہ! مدینہ بھی ہمیں ایسا ہی پیارا بنا دے جیسا کہ ہمیں مکّہ پیارا ہے یا اِس سے بھی بڑھ کر اور اِس کو صحت بخش مقام بنا اور ہمارے لئے اِس کے صاع میں اور مُدّہ میں برکت دے۔ اور اِس کے بخار کو یہاں سے لے جا کر جُحفہ کی طرف منتقل کر دے۔

سوال: غزوۂ اُحد کب اور کن کے درمیان ہوا؟

جواب: شوال تین ہجری بمطابق 624ء؛ مسلمانوں اور قریشِ مکّہ

سوال: صحابہؓ کے دریافت کرنے پر رسول اللہؐ نے اپنے اِس خواب کی کیا تعبیر فرمائی کہ آج رات مَیں نے خواب میں ایک گائے دیکھی ہے اور نیز مَیں نے دیکھا کہ میری تلوار کا سر ٹوٹ گیا ہے اور پھر مَیں نے دیکھا کہ وہ گائے ذبح کی جارہی ہے اور مَیں نے دیکھا کہ مَیں نے اپنا ہاتھ ایک مضبوط اور محفوظ زِرّہ کے اندر ڈالا ہے؟

جواب: گائے کے ذبح ہونے سے تو مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ میرے صحابہؓ میں سے بعض کا شہید ہونا مُراد ہے اور میری تلوار کے کنارے کے ٹوٹنے سے میرے عزیزوں میں سے کسی کی شہادت کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے یا شاید خود مجھے اِس مہم میں کوئی تکلیف پہنچے اور زِرّہ کے اندر ہاتھ ڈالنے سے مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ اِس حملہ کے مقابلہ کے لئے ہمارا مدینہ کے اندر ٹھہرنا زیادہ مناسب ہے۔

سوال: مینڈھے پر سوار ہونے والے خواب کی آپؐ نے کیا تاویل فرمائی؟

جواب: اِس سے کفار کے لشکر کا سردار یعنی علمبردار مراد ہے جو اِن شاء اللہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارا جائے گا۔

سوال: آنحضرتؐ نے کونسا امر خدا کے نبی کی شان سے بعید قرار دیا ہے؟

جواب: وہ ہتھیار لگا کر پھر اُسے اتار دے قبل اِس کے کہ خدا کوئی فیصلہ کرے۔

سوال: کس غزوہ میں رسول اللہؐ نے اپنی تلوار ہاتھ میں لے کر فرمایا! کون ہے جو اِس کا حقّ ادا کرے، اِس موقع پر جن اصحابؓ نے اِس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ تلوار اُن کو عنائیت کی جائے اِن میں حضرت ابوبکرؓ بھی شامل تھے نیز آپؐ نے یہ تلوار کن کو عطاء فرمائی؟

جواب: اُحد؛ حضرت ابو دُجانہ انصاریؓ

سوال: رسول اللہؐ نے اُحد کے دن اپنے صحابہؓ کی ایک جماعت سے موت پر بیعت لی جب بظاہر مسلمانوں کی پسپائی ہوئی تھی تو وہ سابق قدم رہے اور اپنی جان پر کھیل کر آپؐ کا دفاع کرنے لگے یہاں تک کہ اُن میں سے کچھ شہید ہو گئے۔ اِن بیعت کرنے والے خوش نصیبوں میں کون کون شامل تھے؟

جواب: حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زُبیرؓ، حضرت سعدؓ، حضرت سَہلؓ بن حُنیف اور حضرت ابو دُجانہؓ۔

سوال: حضرت ابوبکرؓ جب یومِ اُحد کا تذکرہ کرتے تو کیا فرماتے؟

جواب: وہ دن سارے کا سارا طلحہؓ کا تھا۔

سوال: سامنے کے ٹُوٹے ہوئے دانتوں والے لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت کون تھے؟

جواب: حضرت ابو عُبیدہؓ

سوال: رسول اللہؐ کے چہرۂ مبارک میں خَود کی دھنسی کڑیاں بمطابق ایک روایت حضرت ابو عُبیدہؓ کے علاوہ کنہوں نے نکالیں؟

جواب: حضرت عُقبہؓ بن وَہب اور حضرت ابوبکرؓ

سوال: شرک کا کون سا نعرہ میدان میں مَارا گیا تو آنحضرتؐ کی روح بے تاب ہو گئی، نہایت جوش سے صحابہؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا! تم لوگ جواب کیوں نہیں دیتے نیز اُن کے دریافت کرنے پر کہنے کے لئے کیا کہا؟

جواب: اُعۡلُ ھُبَلۡ، اُعۡلُ ھُبَلۡ؛ ہمارے معزز بُت ھُبَلۡ کی شان بلند ہو کہ اُس نے آج اسلام کا خاتمہ کر دیا ہے؍ اَللّٰهُ اَعۡلٰى وَ اَجَلُّ، اَللّٰهُ اَعۡلٰى وَ اَجَلُّ؛ تم جھوٹ بولتے ہو ھُبَلۡ کی شان بلند ہوئی، یہ جھوٹ ہے تمہارا۔ اللہ وحدہٗ لاشریک ہی معزز ہے اور اُس کی شان بالا ہے۔

منزہ ولی سنوری۔کینیڈا

عبادت الٰہی اور اسوہ رسولؐ

قرآن کریم میں متعدد بارعبادت کا حکم آیا ہے انسانی پیدائش کی غرض ہی عبادت الٰہی قرار دی گئی ہے۔قرآن کریم سورۃ الذاریات آیت نمبر 57 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یعنی میں نے جن و انس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔عبد کے معنی ہیں اسکی اطاعت کی،اس کے حکم پر سر جھکا دیا اِیَّاکَ نَعۡبُدُ کا مطلب ہے ہم تجھے عبادت کے لیے خاص کرتے ہیں۔

عبادت الٰہی سے مراد ہے ایسی کامل ہستی کی عبادت جو اپنے کمالات میں منفرد ہو اور اس کا کوئی شریک نہ ہو۔ ایسی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے کیونکہ اس کے سوا کوئی نہیں جس کی حقیقی معنوں میں عبادت کی جائے۔ فرمانبرداری کی جائے۔حضرت خلیفہ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۃ الفاتحہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں’’ عبادت کامل تذلّل کا نام ہے پس عبادت کے معنی یہ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو بندہ اپنے اندر پیدا کر لے۔عبادت کی ظاہری کیفیت (نماز) صرف قلبی کیفیت کو بدلنے کے لیے مقرر ہیں.... نماز کے لیے کچھ ظاہری علامات مقرر ہیں مگر وہ بمنزلہ برتن کے ہیں جس میں معرفت کا دودھ جاتا ہے یا بطور چھلکے کے ہیں جس میں عبادت کا مغزر رہتا ہے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد اوّل صفحہ 30)

پس عبادت کے معنی کامل تذلّل اور اتباع کے ہیں جب تک پوری اتباع نہ ہو اور انسان اپنے نفس کو الٰہی تاثرات کے قبول کرنے کے قابل نہ بنائے اس کی عبادات عبادت نہیں کہلا سکتیں۔ کامل عبادت کامل تعلق کو چاہتی ہے۔ پس عبادت الٰہی کا اصل مقصد تزکیہ نفس ہے۔سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 130 میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَیُزَکِّیۡہِمۡ ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ

ترجمہ:’’یعنی اے خدا! تو انہی میں سے ایک رسول بھیج جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے انہیں کتاب کی تعلیم دے ان پر احکام الہٰیہ کی حکمت واضح کرے اور ان کے نفوس کا تزکیہ کرے‘‘

اس آیت قرآنی سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ نماز،روزہ وغیرہ احکام اور ان کی حکمتیں اصل میں مقصود نہیں بلکہ اصل مقصود تزکیہ نفس ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات اپنے اندر پیدا کرنا ہے۔ یہی تعلیم اور پاک نمونہ قائم کرنے کے لیے ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے اور اس ابراہیمی دعا کے نتیجے میں معاشرہ کو غلاظتوں سے پاک کیا۔تعلیم اور حکمت سکھائی اور نفوس کو پاک کر کے دکھایا۔ اس کا عملی نمونہ خود قائم کیا۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمدہ زندگی سے ہمارے سامنے روز روشن کی طرح واضح ہے۔

سب سے بڑھ کر عبادت الٰہی کرنے والا خدا کا پیارا بندہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابرکت ذات کو ہی کہا گیا ہے۔خود اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ فرماتا ہے:

وَاَنَّہٗ لَمَّا قَامَ عَبۡدُ اللّٰہِ یَدۡعُوۡہُ کَادُوۡا یَکُوۡنُوۡنَ عَلَیۡہِ لِبَدًا

(الجن :20)

ترجمہ:اور جب اللہ تعالیٰ کا بندہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف بلانے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو مکہ کے لوگ اس پر جھپٹ کر آ کر گرتے ہیں (عبداللہ اس جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صفاتی نام قرار دیا گیا ہے)

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ نمبر 569)

حدیث نبوی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تُو اللہ کی عبادت ایسی طرز پر کر کہ وہ تجھے نظر آ جائے یا کم از کم تجھے یہ احساس پیدا ہو جائے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ نمبر 125)

اسوۂ رسولؐ

ہم دیکھتے ہیں کہ شہر مکہ کے طرب خیز اور پُر رونق ماحول کو چھوڑ کر ایک نوجوان اللہ کی یاد میں محویت اور خلوت پسندی کا کیا ہی عمدہ نمونہ ہمارے سامنے تھا۔ غار حرا میں جا کر تنہائی میں عبادت الٰہی میں مصروف رہنا اور عالم جوانی میں بیوی بچوں کو چھوڑ کر ویرانوں کو ترجیح دینا عمدہ عبادت نہیں تو اور کیا ہے۔ نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو پاؤں متورم ہو جاتے ہیں۔ آپ ﷺ سے کہا جاتا ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ آپؐ ایسا کرتے ہیں حالانکہ آپؐ کے متعلق کیے گئے وہ گناہ بھی ڈھانک دیئے گئے جو پہلے گزر گئے اور جو اب تک نہیں ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا’’ کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں‘‘

اسی طرح ایک اور روایت کے مطابق آپؐ رات کو تیرہ رکعت نماز ادا کیا کرتے تھے اور ان کی طوالت کا تو ذکر ہی کیا۔ اسی طرح روزے رکھنے کے بارے میں بھی روایت ہے کہ بعض دفعہ سارا سارا ماہ روزے رکھتے تھے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو شعبان سے زیادہ کسی اور ماہ میں نفلی روزے رکھتے نہیں دیکھا بلکہ قریباً سارا ماہ روزہ رکھتے۔

(شمائل نبوی صفحہ نمبر 124)

ایک اور روایت میں ہے کہ

آپؐ ہر ماہ کی چاندنی راتوں کو تین دن روزہ رکھتے تھے اور آپؐ جمعہ کے دن کم ہی بغیر روزہ کے ہوتے تھے۔

(شمائل نبوی صفحہ نمبر 124)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ سوموار اور جمعرات کو اعمال خدا کے حضور پیش کیے جاتے ہیں اس لیے میں پسند کرتا ہوں کہ اس حال میں میرے اعمال پیش ہوں کہ میں روزے دار ہوں۔

(شمائل نبوی صفحہ نمبر 124)

ایک روایت سے ثابت ہے کہ آپؐ جب تلاوت کرتے تو جب کسی رحمت والی آیت پر سے گزرتے وہاں رک جاتے اور اس رحمت کے طالب ہوتے اور جب عذاب کی آیت پر سے گزرتے وہاں رک جاتے اور اُس سے پناہ مانگتے۔

(شمائل نبوی صفحہ نمبر 127)

ایک روایت ہے کہ آپؐ کی نماز میں اتنی گریہ وزاری ہوتی تھی کہ بمطابقِ روایت آپؐ کے سینے کی آواز ایسے معلوم ہوتی جیسے ہنڈیا ابلنے کی آواز ہو۔

(شمائل نبوی صفحہ نمبر 130)

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپؐ کی تلاوت ٹھہر ٹھہر کر ہوتی۔ واضح قرات ہوتی۔ آپؐ ایک ایک حرف علیحدہ علیحدہ ادا کرتے تھے۔

(شمائل نبوی صفحہ نمبر 131)

گویا یہ تھا آپؐ عبادت الٰہی کا عمدہ نمونہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

بقیہ: روزہ زبان کی حفاظت کا ذریعہ...... از صفحہ 9

بقیہ: روزہ زبان کی حفاظت کا ذریعہ...... از صفحہ 9

بری ہوتی ہے مجھے اس پر ایک نقل یاد آئی ہے کہ ایک بزرگ کی کسی دنیا دار نے دعوت کی جب وہ بزرگ کھانا کھانے تشریف لے گئے تو اس متکبر دنیادار نے اپنے نوکر کو کہا کہ فلاں فلاں تھال لانا جو ہم پہلے حج میں لائے تھے اور پھر کہا کہ دوسرا تھال لانا ہم دوسرے حج میں لائے تھے اور پھر کہا کہ تیسرے حج والا بھی لیتے آنا۔ اس بزرگ نے فرمایا کہ تو بہت ہی قابل رحم ہے ان تینوں فقروں میں تو نے اپنے تین حجوں کا ستیاناس کر دیا۔ تیرا مطلب اس سے صرف یہ تھا کہ تو اس امر کا اظہار کرے کہ تو نے حج کئے ہیں اسلئے خدا نے تعلیم دی ہے زبان کو سنبھال کر رکھا جائے۔ اور بے معنی بے ہودہ، بے موقع، اور غیرضروری باتوں سے احتراز کیا جائے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص ناف کے نیچے کے عضو اور زبان کو شر سے بچاتا ہے اسکی بہشت کا ذمہ دار میں ہوں‘‘

فرمایا’’ حرام خوری اس قدر نقصان نہیں پہنچاتی جیسے قول زور۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ حرام خوری اچھی چیز ہے یہ سخت غلطی ہے اگر کوئی ایسا سمجھے۔غرض اس سے معلوم ہوا کہ زبان کا زیاں خطرناک ہے اسلئے متقی اپنی زبان بہت ہی قابو میں رکھتا ہے۔ اس کے منہ سے کوئی ایسی بات نہیں نکلتی جو تقویٰ کے خلاف ہو۔ پس تم اس زبان پر حکومت کرو نہ یہ کہ تمہاری زبانیں تم پر حکومت کریں اور اناب شناپ بولتے رہو۔ ہر ایک بات کہنے سے پہلے سوچ لو کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا اللہ تعالیٰ کی اجازت اس کے کہنے میں کہاں تک ہے جب تک یہ نہ سوچ لو مت بولو۔ ایسے بولنے سے جو شرارت کا باعث اور فساد کا موجب ہو، نا بولنا بہتر ہے۔ لیکن یہ بھی مومن کی شان سے بعید ہے کہ امر حق کے اظہار میں رکے۔ اُس وقت کسی ملامت کرنے کی ملامت اور خوف زبان کو نہ روکے۔ پس زبان کو جیسے خدا تعالیٰ کی رضامندی کے خلاف کسی بات کے کہنے سے روکنا ضروری ہے اسی طرح امر حق کے اظہار کے لئے کھولنا لازمی ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد 1)

پس اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنی زبانوں کو امر حق کے بیان کرنے کے لئے استعمال کریں تا اس دنیا میں بھی نجات ہو اور آخرت میں بھی۔ آمین

حضرت اقدس فرماتے ہیں:

دو عضو اپنے جو کوئی ڈر کر بچائے گا
سیدھا خدا کے فضل سے جنت میں جائے گا
وہ ایک زباں ہے عضو نہانی ہے دوسرا
یہ ہے حدیث سیدنا سید الوریٰ

خواجہ مظفر احمد۔ مبلغ سلسلہ تنزانیہ

روزہ زبان کی حفاظت کا ذریعہ

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ ’’کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ایک کلام پاک کے متعلق حقیقت حال کو بیان کیا ہے۔ وہ ایک پاک درخت کی طرح ہوتا ہے جس کی جڑ مضبوطی کے ساتھ قائم ہوتی ہے اور اس کی ہر شاخ آسمان کی بلندی میں پہنچی ہوتی ہے وہ ہر وقت اپنے رب کے اذن سے تازہ پھل دیتا ہے۔ اور اللہ لوگوں کے لئے تمام باتیں بیان کرتا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اور بری بات کا حال برے درخت کی طرح ہے جس کو زمین سے اکھاڑ کر پھینک دیا گیا ہو اور جسے کہیں بھی قرار حاصل نہ ہو۔‘‘ (ابراہیم: 25 - 27)

حقیقت یہ ہے کہ انسان کا کلام ہی اسکی پہچان ہوتا ہے۔ اور پاک کلام دلوں پر اثر ہی نہیں بلکہ دلوں کو بدل کر پاک بنا دیتا ہے۔ اور روزہ نہ صرف انسان کے دل کو پاک کرتا ہے بلکہ اس کی زبان کو بھی پاک کر دیتا ہے۔ اسی لئے آنحضرتؐ نے فرمایا ’’روزہ ڈھال ہے پس جب تم میں سے کوئی روزہ رکھے اس دن فضول باتوں سے پرہیز کرے اور نہ ہی شور مچائے اور اگر کوئی شخص اسے گالی دے یا اس سے لڑائی جھگڑا کرے تو وہ اس شخص سے یہ کہے کہ میں نے روزہ رکھا ہے۔‘‘ (بخاری) یعنی روزے کیوجہ سے اپنی زبان کو روک رکھے۔

پھر ایک حدیث میں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ’’جو شخص جھوٹی بات کہنے اور اس پر عمل کرنے کو نہیں چھوڑتا اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کیا حاجت ہے کہ وہ اس کے لئے کھانا پینا چھوڑ دے۔‘‘ (بخاری)۔ پس روزہ زبان کی حفاظت کرتا ہے، زبان کی حفاظت نجات کا ذریعہ ہے۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ سے پوچھا یا رسول اللہؐ! نجات کیسے ہو؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ امسك عليك لسانك کہ اپنی زبان کو روک کر رکھو۔‘‘ (ترمذی)

یعنی کہ انسان کو اپنی زبان پر مکمل کنٹرول ہونا چاہیئے نہ کہ زبان بے لگام ہو۔ حضرت ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاکؐ نے فرمایا کہ ’’بعض دفعہ انسان بے خیالی میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی کوئی بات کہہ دیتا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے بے انتہا درجات بلند کرتا ہے اور بعض اوقات لاپرواہی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا کوئی کلمہ زبان سے نکال دیتا ہے جس کی وجہ سے جہنم میں جا گرتا ہے۔‘‘

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ ’’زبان ہی سے انسان تقویٰ سے دور چلا جاتا ہے زبان ہی سے تکبر کر لیتا ہے اور زبان ہی سے فرعونی صفات آجاتی ہیں اور اسی زبان کی وجہ سے پوشیدہ اعمال کو ریاء کاری سے بدل لیتا ہے۔ اور زبان کا زیاں بہت جلد پیدا ہوتا ہے زبان کا زیاں خطرناک ہے اسلئے متقی اپنی زبان کو بہت ہی قابو میں رکھتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 281)

حضرت معاذؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا کام بتائیں جو مجھے جنت میں لے جائے اور دوزخ سے بچائے اس پر آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں نیکی کے دروازوں کے متعلق نہ بتاؤں۔ سنو! روزہ ڈھال ہے، صدقہ گناہوں کو ایسے بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو۔ رات کے درمیانی حصہ میں نماز پڑھنا اجر عظیم کا موجب ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں سارے دین کی جڑ اور چوٹی بلکہ اس کا ستون نہ بتاؤں۔ فرمایا کہ دین کی جڑ اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے پھر فرمایا کہ تمہیں دین کا خلاصہ نہ بتاؤں میں نے کہا کہ جی رسول اللہ۔ آپؐ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑا اور فرمایا اسے روک کر رکھو۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ کیا ہم جو کچھ بولتے ہیں اس کا بھی ہم سے مواخذہ ہوگا؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ لوگ اپنی زبانوں کی کاٹی ہوئی کھیتیوں کی وجہ سے ہی تو اوندھے منہ جہنم میں گرتے ہیں۔

(ترمذی)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

بدبخت تر تمام جہاں سے وہی ہوا
جو ایک بات کہہ کر ہی دوزخ میں جا گرا
پس تم بچاؤ اپنی زبان کو فساد سے
ڈرتے رہو عقوبت رب العباد سے

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ ’’اے محمدؐ میرے بندوں سے کہہ دو کہ ہمیشہ وہ بات کہا کرو جو سب سے زیادہ احسن اور اچھی ہو۔‘‘ (بنی اسرائیل آیت 54) نیز فرمایا کہ ’’لوگوں کے ساتھ بھلائی اور نیکی کی بات کیا کرو۔‘‘ (بقرہ 84)

پیارے آقا محمد مصطفیٰؐ نے فرمایا کہ ’’جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ نیکی اور بھلائی کی کوئی بات کرے یا پھر خاموش رہے۔‘‘ (بخاری)۔ پھر فرمایا ’’مومن طعنہ زنی کرنے والا، لعنت ملامت کرنے والا، فحش کلام اور زبان دراز نہیں ہوتا۔‘‘ (ترمذی)

زبان کا غلط استعمال انسان کو نقصان دیتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ’’من کثر کلامہ کثر خطاءہ‘‘۔ جو زبان دراز ہوتے ہیں بڑھ بڑھ کر باتیں کرتے ہیں یا باتونی ہوتے ہیں ان سے خطائیں بھی زیادہ سرزد ہوتی ہیں۔

پھر حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ’’اللہ تعالیٰ کو تمہاری تین باتیں ناپسند ہیں۔ 1۔ قیل و قال یعنی فضول بیٹھ کر گپیں مارنا یا فضول بولتے چلے جانا بالکل ناپسند ہے۔ 2۔ کثرت سوال 3۔ مال کو ضائع کرنا یعنی فضول خرچی کرنا‘‘

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ’’قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے ہوں گے۔ اور تم میں سے سب سے زیادہ مجھ سے دور اور مبغوض وہ لوگ ہوں گے جو ثرثار یعنی منہ پھٹ اور بڑھ بڑھ کر باتیں کرنے والے ہوں اور لوگوں پر تکبر جتلانے والے ہوں اور منہ پھلا پھلا کر باتیں کرنے والے۔‘‘ (ترمذی)

پھر فضول گوئی سے اجتناب اور حسن اسلام کا ذکر کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا کہ ’’انسان کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ وہ لایعنی بیکار اور فضول باتوں کو چھوڑ دے۔‘‘ (ترمذی)

پھر زبان کا غلط استعمال چغل خوری کی صورت میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔ لوگ ایک دوسرے کے خلاف باتیں کر کے ایک دوسرے کو آپس میں دشمن بنا دیتے ہیں۔ اسلئے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ’’چغل خور جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔‘‘ (بخاری)

اسی طرح آنحضرتؐ نے فرمایا ’’مسلمان وہ ہے جو دوسرے مسلمانوں کو اپنی زبان اور ہاتھ کی اذیتوں سے محفوظ رکھے۔‘‘ (بخاری)۔ اسی لئے یہ محاورہ مشہور ہے کہ زبان کا زخم تلوار کے زخم سے زیادہ کاری اور تکلیف دہ ہے۔ اسلئے پہلے تولو اور پھر بولو، یہ نہ ہو بعد میں پچھتانا پڑے۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ ’’اس کے بندوں پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے رہو اور کسی پر تکبر نہ کرو گو یا اپنا ماتحت ہو اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو غریب اور حلیم اور نیک بخت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ۔‘‘ (کشتی نوح)

آنحضرتؐ زبان کا ایک اور نقصان جو تمام گناہوں کی جڑ ہے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ’’جھوٹ انسان کو فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق و فجور جہنم کی طرف اور جو شخص جھوٹ بولے وہ آسمان پر کذاب لکھا جاتا ہے۔‘‘ (بخاری)

زبان کی اور ایک بدخلقی احسان جتلانا اور جھوٹی قسم کھانا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ’’قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے کلام نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کا تزکیہ فرمائے گا۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ آپؐ نے بڑے جلال کے سے تین بار ان کلمات کو دہرایا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے پوچھا یا رسول اللہؐ! یہ کون لوگ ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا 1۔ وہ جو تکبر سے کپڑے گھسیٹتے ہیں 2۔ بات بات پر احسان جتلاتے ہیں 3۔ اور جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا سامان فروخت کرتے ہیں۔‘‘

ایک اور نقصان زبان کا غیبت کرنا ہے یعنی کسی کی پیٹھ پیچھے اسکی برائیاں کرنا۔ قرآن کریم نے اسے نہایت مکروہ قرار دیتے ہوئے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا ہے۔

معراج کی رات ہمارے آقا حضرت محمدؐ نے غیبت کرنے والوں کا نہایت بد اور دردناک انجام دیکھا۔ آپؐ فرماتے ہیں ’’معراج کی رات میں ایک ایسی قوم کے پاس سے گذرا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے میں نے پوچھا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں لوگوں کا گوشت نوچ نوچ کر کھایا کرتے تھے اور ان کی عزت سے کھیلا کرتے تھے یعنی ان کی غیبت کیا کرتے تھے۔‘‘ (ابوداؤد)

پھر آنحضرتؐ نے زبان کے غلط استعمال پر وارننگ دیتے ہوئے فرمایا حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ’’جانتے ہو مفلس کون ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ جس کے پاس مال و دولت نہ ہو اور نا کوئی ساز و سامان ہو اور کوڑی کوڑی کا محتاج ہو۔ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے روز نماز اور روزہ اور زکوۃ جیسے اعمال لے کر آئے گا مگر اس نے کسی کو گالی دی ہوگی کسی پر تہمت لگائی ہوگی کسی کا ناحق مال کھایا ہوگا کسی کا خون بہایا ہوگا کسی کو مارا ہوگا پس اُن مظلوموں کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی اور اگر ان کے حقوق ادا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو اُن لوگوں کے گناہ اس کے سر پر ڈال دیئے جائیں گے اور اس طرح وہ جنت کی بجائے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور یہی شخص دراصل مفلس ہے۔‘‘ (مسلم)

درحقیقت زبان کا تعلق تقویٰ اور خوف خدا سے ہے زبان کی حفاظت کے بغیر انسان متقی نہیں بن سکتا اور نہ سچا تقویٰ اسے نصیب ہوتا ہے اور نہ خدا کا قرب۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’انسانی زبان کی چھری تو رک سکتی ہی نہیں جب خدا کا خوف کسی دل میں نہ ہو۔ انسانی زبان کی بے باکی اس امر کی دلیل ہے کہ اس کا دل سچے تقویٰ سے محروم ہے۔ زبان کی تہذیب کا ذریعہ خوف الٰہی اور سچا تقویٰ ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد 3)

اسی طرح آپ حضرت اقدسؑ نے فرمایا ’’تقویٰ کے بہت سے شعبے ہیں جو عنکبوت کے تاروں کی طرح پھیلے ہوئے ہیں تقویٰ جو تمام جوارح انسانی اور عقائد، زبان، اخلاق وغیرہ سے متعلق ہے۔ نازک ترین معاملہ زبان سے ہے۔ بسا اوقات تقویٰ کو دور کر کے ایک بات کہتا ہے اور دل میں خوش ہو جاتا ہے کہ میں نے یوں کہا اور ایسا کہا حالانکہ وہ بات

بقیہ صفحہ 8 پر

ہادی علی چوہدری۔ نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا وصفِ شعر و سخن

قسط دوم

مرزا غالبؔ اور آپؒ

چنانچہ 1979ء میں حضرت صاحبزادہ صاحبؒ نے خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی درخواست پر سرائے خدمت میں ”مرزا غالبؔ“ کے موضوع پر ایک فی البدیہہ قسم کا لیکچر دیا تھا۔ اس کے کچھ حصے ذیل میں پیش کئے جا رہے ہیں۔ یہ لاثانی مضمون اپنی مثال آپ ہے اور تاریخ ادبِ اُردو میں غالبؔ کے اشعار کی خوبصورت اور لطیف تشریحات پر مشتمل ایک منفرد شاہکار ہے۔ اگر غالبؔ کی شاعری فطرت، فراست، نفسیات، تصوف اور قدرت کے دقیق سر بستہ رازوں کو سموئے ہوئے ہے تو یہ تشریحات ان رازوں کے عمیق کونوں کھدروں کو سرِ عام اور بے دھڑک بے نقاب کر رہی ہیں۔ صلاحیتِ سخن اور سخن فہمی آپؒ کو منبع فیض سے بدرجۂ کمال حاصل تھی۔ غالبؔ پر مشکل پسندی کا اعتراض کرنے والوں کے جواب میں اس نے خود یہاں تک کہہ دیا تھا کہ

گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی

مگر حضرت صاحبزادہ صاحب بعض دفعہ اس کا کہا ہوا اس طرح کہہ جاتے کہ گویا اس کے دل و دماغ کا سب کچھ آپؒ جانتے ہیں۔ اس کا کہا ہوا ہر مشکل شعر جب آپؒ بیان کرتے ہیں تو وہ آسان ہو جاتا ہے۔ آپؒ غالبؔ کو ہر سننے اور پڑھنے والے کے قریب کر دیتے ہیں۔

یہ سچ تو اپنی جگہ ہے مگر ان تشریحات کی اوٹ میں حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی ذات کے کئی پہلو بھی اپنے اندر اپنی دلآویز تابناکیوں اور جلووں کے اظہار کے ساتھ آپؒ کی اپنی شاعری کے علو و ارتفاع کو پیش کر جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ حقیقت بھی عیاں ہے کہ جو خوبیاں آپؒ نے غالبؔ کے کلام کی پیش فرمائی ہیں، ان سے آپؒ کا اپنا کلام بھی خوب مزین ہے۔ یہاں ان کی تفصیل میں جانا ممکن نہیں مگر ان پر غور کرنے والا ہر صاحبِ ذوق وفن اپنے اپنے ظرف و ادراک کے مطابق غیر معمولی خوبیاں اور حسن و بُو ملاحظہ کرتا ہے۔ الغرض غالبؔ کی شاعری کا تجزیہ کرتے ہوئے آپؒ نے فرمایا:

”خدام الاحمدیہ نے نوٹس دیا ہوا تھا لیکن دو دن پہلے خالد مسعود (ملک خالد مسعود صاحب) نے مجھے دیوانِ غالبؔ لا کر دیا اور وہ دفتر سے گھر اور گھر سے دفتر چلتا رہا موقع نہیں ملا مجھے دیکھنے کا۔ آج شاہ صاحب تشریف لائے تو انہوں نے نوٹس دیا لیکن دوسرے مہمان آگئے۔ چار بجے کھولا تو الف کی پٹی بھی ابھی پوری نہیں پڑھی تھی کہ نماز کا ٹائم ہو گیا۔ پھر میں نے جلدی جلدی میں نماز کے اور اس وقت کے دوران یاد سے کچھ شعر لکھ لئے ہیں۔ تو آپ لوگوں کا وہی حال نہ ہو کہ

تھی خبر گرم کہ غالبؔ کے اڑیں گے پرزے
دیکھنے ہم بھی گئے تھے پہ تماشا نہ ہوا

عذر سے میں نے بات شروع کی ہے لیکن غالبؔ کے ہاں عذر کا کوئی دستور نہیں۔ لیکن وہ ایک ایسا شاعر ہے کہ اپنے خلاف ایسے ایسے مضمون تراشتا ہے اور ایسی گہری نظر سے اپنے نفس کا تجزیہ کرتا ہے کہ جہاں دوسروں کو گناہ نظر نہیں بھی آتا وہاں اس کو نظر آجاتا ہے۔ مثلاً کہتا ہے۔

دریائے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک
میرا سرِ دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا

لوگ تو کہتے ہیں کہ جی بوڑھا ہو گیا تو نیک ہو گیا اور چلو یہی سہی۔ آخری عمر میں تو کچھ نیکی کی اس نے۔ لیکن غالبؔ کے ہاں یہ بیچارگی کے مترادف ہے۔ اور حقیقت میں وہ اس فلسفہ کو خوب سمجھتا ہے کہ گناہ تو وفورِ جذبات کے وقت نفس کو روکنے کا نام ہے نہ کہ بے اختیاری کی حالت میں معصومیت کا نام۔ اس کے علاوہ بھی وہ بعض ایسی باتیں کرتا ہے جو دنیا کے ادب میں کسی شاعر نے اپنے خلاف نہ کہی ہوں گی۔ مثلاً کہتا ہے کہ

ناکردہ گناہوں کی بھی حسرت کی ملے داد
یا ربّ! اگر ان کردہ گناہوں کی سزا ہے

ناکردہ گناہ، پکڑے جانے کے شکوے جو آپ کو دُنیا کے ہر ادب میں ملیں گے۔ لیکن ناکردہ گناہوں کو اپنے جرموں میں شمار کرنا یہ ایک ایسا استثنائی کلام ہے جو میرے علم کے مطابق محدود ہے۔ وہ غالبؔ کے سوا کہیں اور نظر نہیں آتا۔ سارے کلام میں مجھے صرف ایک عذر اس کا ملا ہے جو اس کے نزدیک درخورِ اعتنا ہے۔ اور وہ بھی عذر کا نہ ہونا ہے۔ کہتا ہے۔

رحمت اگر قبول کرے کیا بعید ہے
شرمندگی سے عذر نہ کرنا گناہ کا

سب سے مضبوط عذر جو اس کو ملا ہے۔ اس کے سوا اور کوئی نہیں ملا کہ وہ عذر کوئی نہیں کرتا ایک تو اپنے گناہوں سے واقف بھی نہیں اور ان کے خلاف کسی قسم کی حجت تلاش نہیں کرتا۔

اس تمہید کے بعد جو شعر میں نے جلدی جلدی گھسیٹے ہیں ان کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں۔

غالبؔ کے ہاں بعض تصویریں ملتی ہیں۔ وہ ایک نقاش ہے، ایک مصوّر ہے۔ اور آواز کے بغیر جو اس نے تصویر کشی کی ہے وہ بہت ہی خوبصورت طرزِ بیان ہے مثلاً کہتا ہے کہ

مدّعا محوِ تماشائے شکستِ دل ہے
آئینہ خانے میں کوئی لئے جاتا ہے مجھے

اس پر غور کریں اس کے مضمون میں ڈوب کر بہت ہی حسین دلکش نظارہ انسان کے سامنے آتا ہے۔ وہ مدّعا جو دل کی زینت تھا وہ جب حسرت میں تبدیل ہوا اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا تو ہر ذرّہ دل میں وہ مدعا قطروں کی طرح چمکنے لگا۔ آئینہ خانہ اس جگہ کو کہتے ہیں........ لوگ آئینہ خانے میں جاتے تھے تو ہر طرف شیشے میں ایک کی بجائے سینکڑوں تصویریں ایک دوسرے سے ٹکر کھاتی نظر آتی تھیں تو کہتا ہے وہ مدعا جو کبھی دل کی زینت تھا اس کی شکست کے نتیجے میں دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا اور ایک مدعا نہیں ہر ٹکڑے میں اس مدعا کو اپنی تصویر نظر آرہی ہے۔ ایک بہت ہی حسین تصویر کشی ہے غالبؔ کی۔ کچھ سادہ الفاظ میں کچھ مشکل طرز میں۔ سادہ الفاظ میں اس کی تصویر کشی کے مناظر میں سے دو پیش کرتا ہوں۔

تماشا کر اے محوِ آئینہ داری
تجھے کس تمنا سے ہم دیکھتے ہیں

محوِ آئینہ داری میں لفظ محویت میں یہ بتایا کہ دیکھنے والا خود اپنے حسن میں محو ہو گیا ہے، گم ہو گیا ہے، متأثر ہے اور اس کو یہ بتانے کا اس سے اچھا کیا موقع ہے کہ تمہارا اپنا یہ حال ہے تو ہم جو غیر نظر سے تجھے دیکھ رہے ہیں اور تیری محبت میں مبتلا ہیں ہماری کیا کیفیت ہوئی ہو گی۔ کچھ اندازہ کرنے کا یہ بہت اچھا وقت ہے کہ جو دوسرے تجھے پیاری نظر سے دیکھتے ہیں ان پر تیرا کیا اثر ہوتا ہو گا اس مضمون کو نسبتاً ہلکے رنگ میں ایک اور طرح غالبؔ نے یوں بیان کیا ہے۔

آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لے کے رہ گئے
صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

”اپنا سا منہ لے کے رہ گئے“۔ ایک اور حُسن ہے جو اس میں نہیں ہے کہ اپنا سامنہ لے کر رہ جانا ایک طرف تو شرمندگی اور دوسری طرف شرمندگی اس بات پر کہ ہم تو اتنے خوبصورت ہیں کہ خود اپنے ہی حسن کا شکار ہو گئے۔ اس ”اپنا سامنہ“ میں حسن پیدا کر دیا ہے۔ ایک اور یعنی محض تحسین کا کلمہ نہ رہا بلکہ تعریف کی انتہا ہو گئی۔ آئینہ دیکھ اپنا سامنہ لے کے رہ گئے کہ آئینے میں اپنے ہی سامنہ نظر آیا کرتا ہے۔ تو ایک نہیں بلکہ کئی پہلو ہیں حسن کے اور یہی غالبؔ کی خصوصیت ہے کہ جو بات کہتا ہے اُسے الٹ پلٹ کے دیکھیں تو ہر زاویے سے ایک نیا حسن نظر آتا ہے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ

تُو اور آرائشِ خمِ کاکل
میں اور اندیشہ ہائے دور دراز

ہائے دور دراز سے جو نسبت ہے وہ ظاہر ہے۔ لیکن یہ بھی ایک خاموش تصویر ہے۔ ایک شخص آرائش خم کاکل میں محو ہے اور دوسرا اندیشہ ہائے دور دراز میں ہے۔

اور اندیشہ کو ظلمات سے ایک نسبت ہے۔ اندھیرے اور کاکل میں بھی ایک ظلمت کا پہلو پایا جاتا ہے۔ اور خم میں بھی پیچیدگی کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ تو ہر لفظ دوسرے کے ساتھ اس خوبی کے ساتھ منطبق ہو رہا ہے کہ حسن میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

پردے اور حجاب کے ذکر میں ایک یہ شعر بھی میرے ذہن میں آیا جو بہت ہی اُونچے درجے کا ہے۔ خدا تعالیٰ کی ہستی کو مخاطب کر کے غالبؔ کہتا ہے۔

محرم نہیں ہے تُو ہی نوا ہائے راز کا
یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

یہاں حجاب اور پردے کے مضمون کو آپس میں ایک دوسرے کے مقابل اس طرح باندھا گیا ہے کہ حجاب، حجاب کا کام نہیں دے سکتا بلکہ بے حجابی کے کام آرہاہے۔ کیونکہ پردہ ساز آواز کے اٹھانے کے لئے کام آتا ہے اور بظاہر نام پردہ ہے لیکن حقیقت میں اس سے سوز کے مخفی اور گداز جذبات صوتی شکل میں ظاہر ہوجاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی ہستی کو مخاطب کرکے کہتا ہے کہ بظاہر محرم ہائے راز تو تُو ہی ہے لیکن جو پردہ بھی تیری راہ میں حائل ہے جب ہم اس پردے کا نظارہ کرتے ہیں تو تیرے حُسن کی تصویر ابھرتی ہے اور تیری ذات کا تصور عجیب رنگ میں ہماری آنکھوں کے سامنے جلوہ گر ہوتا ہے۔

غالبؔ کے ہاں ارتقائی تصوّرات بھی ملتے ہیں۔ ڈارون والا ارتقاء نہیں بلکہ سوچ کا ارتقاء اور ایک چیز پر نہ ٹھہرے رہنا بلکہ اُس سے آگے، اس سے آگے کی تلاش اور جستجو اور اس چیز کو اپنے محبوب میں بھی دیکھتاہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حسنِ کامل کا جو تصور ہے اس میں ٹھہراؤ کوئی نہیں اور اگر حسن میں ٹھہراؤ ہو تو عشق زائل ہوجاتا ہے۔ یہ بہت ہی بنیادی نکتہ ہے کہ عشق میں اگر دوام چاہئے ہو تو حسن میں بھی ایک مسلسل ترقی کی جانب حرکت ہونی چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ حقیقی عشق صرف خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں کیونکہ اس کے سوا کسی حسن میں بھی مستقل حرکت اور ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف منتقل ہونے کی کیفیت نہیں پائی جاتی ہے۔ جس کو قرآن کریم یوں بیان فرماتا ہے: ’’کُلَّ یَوۡمٍ ہُوَ فِیۡ شَاۡنٍ۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔‘‘

اگر خدا تعالیٰ کے حسن کا ایک ہی جلوہ ہمارے سامنے رہتا تو باوجود اس کے کہ وہ جلوہ کامل ہوتا پھر بھی تم بور ہوجاتے کیونکہ ہم نے انسانی فطرت کو ٹھہراؤ کے لئے پیدا نہیں کیا۔ کن کن نعمتوں کا تم انکار کروگے کہ خدا تعالیٰ اپنے حسن کا بھی صرف ایک جلوہ تمہارے سامنے نہیں رکھتا۔ کبھی کسی جلوے کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے کبھی کسی جلوے کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ غالبؔ اس تصور کو زبردستی اپنے محبوب پر ٹھونستا ہے۔ بات اس کی سچی نہ سہی لیکن راز جو پا گیا وہ درست ہے۔ کہتا ہے۔

آرائش جمال سے فارغ نہیں ہنوز
پیشِ نظر ہے آئینہ دائم نقاب میں

تو ایک مقام نہیں ہے جہاں میرا محبوب اپنے حسن پر تسلی پا جائے۔ یہاں لطف کی بات یہ ہے کہ محبوب کا ذوقِ نظر بھی بہت بلند دکھایا گیا ہے۔ صرف حسن نہیں یعنی محبوب کا ذوق خود اس راز کو جانتا ہے کہ کسی ایک مقام پر بھی میں ٹھہر گیا تو میں پرستش یا پیار کے قابل نہیں رہوں گا۔ کہتا ہے۔ پیشِ نظر ہے آئینہ دائم نقاب میں۔ ہمیشہ جستجو رہتی ہے کہ میں پہلے سے بہتر اور بہتر تر ہوتا چلا جاؤں۔ یہی تصور اس کے ہاں کائنات کی جستجو میں ملتا ہے، غالبؔ کے ہاں۔ کہتا ہے۔

منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے
عرش سے اُدھر ہوتا کاش کہ مکاں اپنا

بعض دیوانوں میں ’’اِدھر‘‘ لکھا ہوا ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ مراد یہ ہے کہ انسان کو جو بھی جگہ ملے سوچ اور فکر کی وہ اس کی زمین بن جاتی ہے اور انسانی فطرت ہے کہ اس کے اوپر آسمان ضرور بنایا جائے۔ کہتا ہے۔

منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے
عرش سے اُدھر ہوتا کاش کہ مکاں اپنا

اسی مضمون کو ایک اور رنگ میں باندھتا ہے لیکن اس میں ایک سراب کی کیفیت پیدا کرکے ایک حسرت کی اک نہ ختم ہونے والی جستجو کی۔ کہتا ہے۔

ہے کہاں تمنّا کا دوسرا قدم یا ربّ!
ہم نے دشتِ امکاں کو ایک نقشِ پا پایا

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ غالبؔ کی سوچ کتنی لطیف، کتنی گہری اور کتنی ہمہ گیر تھی اور اس کی نظر کتنی باریک تھی اور وسعتوں میں لامتناہی تو نہیں ہم کہہ سکتے ہیں لیکن اتنی وسعتیں ہمیں ضرور نظر آتی ہیں کہ عام انسانی ذہن ان کا تصور نہیں کرسکتا۔ کہتا ہے۔

ہے کہاں تمنّا کا دوسرا قدم یارب

یہ سارا دشتِ امکاں کہہ کر اسے سراب کے مضمونِ بند میں پیش کیا کہ ہر امکان جو اس کائنات میں ہمیں دکھائی دے رہا ہے جہاں ہم تلاش کرتے ہیں، اپنے ماحَصل کو، اپنے منتہٰی کو، اپنے مدعا کو یہ ایک دشت ہے۔ اس میں ملتا کچھ نہیں۔ لیکن اس جستجو کا ضرور کوئی نہ کوئی اگلا قدم تو ہونا چاہئے۔ تو یہ تو پہلا قدم ہے جو دشتِ امکاں میں ہمیں نظر آیا تمنا کا۔ اور وہ دوسرا قدم کہاں ہے جہاں ہمیں سب کچھ مل جائے گا۔ یہ انسانی فطرت کی نہ ختم ہونے والی جستجو، نہ ختم ہونے والی پیاس کو اس سے زیادہ حسین رنگ میں میرے خیال میں شاید ہی دنیا کے کسی شاعر نے بیان کیا ہو۔ کم سے کم میں نے جیسا کہ عرض کیا تھا میرے محدود علم میں اس شعر کی کوئی مثال کہیں نظر نہیں آتی۔

غالبؔ کے ہاں شکوہ بھی ملتا ہے اور جوابِ شکوہ بھی لیکن صرف دو شعروں میں۔ جس مضمون کو اقبالؔ نے دو کتابوں کی شکل میں، اشعار کے دو گلدستوں کی شکل میں پیش کیا۔ اس کو انتہائی شدّت کے ساتھ اور ٹھسے ہوئے مضمون کے ساتھ غالبؔ نے دو شعروں میں بیان کردیا اور دونوں میں انسان کے لئے ایسا مواد موجود ہے کہ ہر شعر اپنی ذات میں اس کو راضی کرلیتا ہے۔ اتنی قوی دلیل اور ایسے جذبے کی بے اختیاری اور شدت اپنے اندر رکھتا ہے کہ دونوں کے اندر توازن پایا جاتا ہے۔ اقبال کے اوپر تنقید کرنے والے کہتے ہیں کہ شکوہ میں تو زور ہے لیکن جوابِ شکوہ میں وہ زور نہیں اور وہ پلڑا جو ہے وہ ہلکا اور اُوپر اُٹھا ہوا نظر آتا ہے۔ غالبؔ کا شکوہ اپنے ربّ سے یہ ہے کہ۔

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی
بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا

جذبے کا اتنا شدید اظہار، اتنی قوّت اور زور کے ساتھ۔ مجھے دریائے بیاس یاد آجاتا ہے۔ جو ہم کئی دفعہ اس کا دَہانہ دیکھنے کے لئے گئے تھے۔ تو جہاں وہ تنگ ہوجاتا ہے بہت اور غاروں اور چٹانوں کے بیچ میں سے رستہ نکال کے گزرتا ہے وہاں اس کے اندر بے انتہا شدّت پائی جاتی ہے، بہت زور پایا جاتا ہے تو اس جذبے کو ایک چیختی شکل میں تبدیل کردیتا ہے۔

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی
بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا

ساری عمر بندگی کی اور کچھ نہیں پایا۔ آخر وہ کیا خدا تھا جس کی ہم پرستش کرتے رہے۔ جواب سنئے۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کیسا پیارا جوابِ شکوہ ہے۔ وہ کیا بندگی تھی، کیا کیا کچھ ہم نے خدا کے لئے کیا۔ جب اس پہ نظر ڈالتا ہے تو محسوس کرتا ہے کہ اپنے پاس سے کچھ نہیں لائے۔

سب کچھ تیری عطا ہے
گھر سے تو کچھ نہ لائے

اُس مضمون کو یہ اپنے رنگ میں باندھ رہا ہے۔ ہمارے پاس تھا کیا۔ جو کچھ تھا وہ خدا ہی نے دیا ہوا تھا اور وہ سب کچھ بھی ہم اس کی راہ میں دے نہ سکے۔ ساری عمر گناہوں میں مبتلا رہے۔ غیر اللہ کی طرف بھاگتے رہے۔ اپنی خواہشات کو اِلٰہ بنائے رکھا اور آخر پر کیا نکلا، جان ایک رہ گئی تھی وہ دے دی اور بڑا کمال کردیا۔ تو۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

جان تو دے دی واپس لیکن جان کا حق ادا نہیں ہوا۔ یہ ہے اس میں مضمون۔ جان نے جو فرائض، جو مطالبے ہم پر عائد کئے تھے، جو تقاضے قائم کئے تھے ان میں سے کسی تقاضے کو پورا نہیں کرسکے۔ امانت اسی طرح لوٹادی ہے۔ اس سے زیادہ ہم نے کوئی بندگی نہیں کی اور جان دینا بظاہر بندگی کی انتہا سمجھا جاتا ہے۔ پس اِس مضمون میں جو بظاہر کتنا سادہ اور آسان شعر ہے لیکن اِس میں بہت ہی گہرائی پیدا ہوجاتی ہے۔ اِسی قسم کے بہت سے ہیں موازنے۔ غالبؔ نے ایک ہی مضمون کو مختلف رنگ میں بیان کیا ہے۔ کہیں نرمی اور پیار کے ساتھ اور اس میں حسرت کا پہلو اور ملائمت پائی جاتی ہے اور کہیں شدّت اور زور کے ساتھ اور وہاں بھی اسی طرح دریا کا سا منظر آتا ہے کہ دریا جب پھیل جاتے ہیں تو ان میں ایک خاموشی پائی جاتی ہے اور بہت ہی سکون کا منظر نظر آتا ہے لیکن جب وہ تنگ ہوکر رستہ نکالتے ہیں تو اُن میں شدت پائی جاتی ہے۔ انسانی فطرت بھی کائنات کی طرح کے نظارے اپنے اندر رکھتی ہے....

غالبؔ کے ہاں جہاں تصوّف کے مضامین پائے جاتے ہیں وہاں ایک قسم کی چالاکی اور ہوشیاری بھی پائی جاتی ہے اور اس کے تصوّف میں اپنے گناہ اور شراب اور یہ سب چیزوں کا مضمون سمویا جاتا ہے۔ اکثر یہی دیکھا

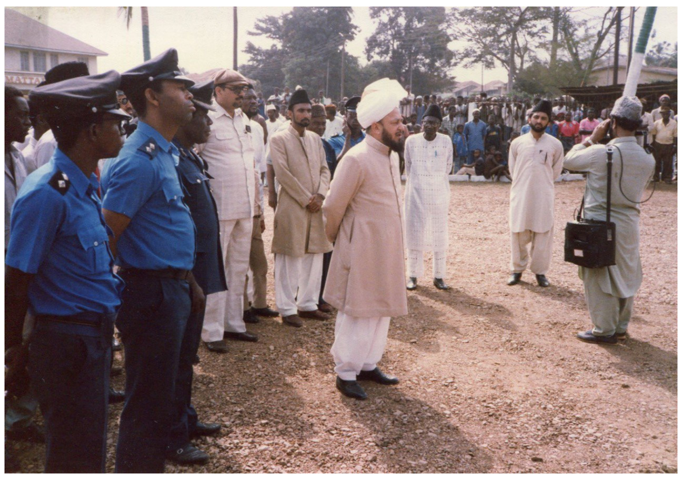

گیا ہے۔ اس کی ایک بہت پیاری مثال یہ ہے۔ کہتا ہے ؎

سر پائے خم پہ چاہئے ہنگامِ بیخودی
رو سوئے قبلہ وقتِ مناجات چاہئے

سر پائے خم پہ چاہئے ہنگامِ بیخودی۔ ’’کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَفِیۡ شَاۡنٍ‘‘ کا ایک یہ جواب ہے۔ اس نے اپنی طرف سے تراشا ہے۔ کہتا ہے خدا کی صفات جو ہیں ان کے مختلف جلوے ہوتے ہیں۔ یہ پیمانے میں اور خم میں جو چیز ہم پیتے ہیں یہ کہاں سے آئی۔ یہ کیف و مستی یہ خدا ہی کی تو تخلیق ہے۔ اس لئے خدا کی صفت جہاں بھی نظر آئے سر پائے خم پہ اس وقت انسان کو صفاتِ باری تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہونا چاہئے۔

رُو سُوئے قبلہ وقتِ مناجات چاہئے

جب عبادت کا وقت ہو تو وہی رُخ سوئے قبلہ کرلیا کرو اور دلیل سنئے ؎

یعنی بحسبِ گردش پیمانۂ صفات
عارف ہمیشہ مستِ مئے ذات چاہئے

کیسا پیارا مضمون باندھا ہے اس نے شراب کی گفتگو میں۔ 'بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر' کا یہ ایک ثبوت ہے۔ کہتا ہے۔ 'یعنی بحسبِ گردش پیمانہ صفات' یعنی صفات باری تعالیٰ کا پیمانہ ہر وقت گردش میں ہے اس کے مطابق فعل کیا کرو۔ یہ نہ ہو کہ مے نوشی کا وقت ہو اور تم نمازوں میں مبتلا ہو جاؤ۔ یہ فصاحت و بلاغت کے خلاف ہے کیونکہ یہ قضائے حال کے منافی ہوگا۔ اس لئے جب صفات باری تعالیٰ ایک خاص رنگ میں پیش ہوں۔ جب بادل اٹھ رہے ہوں، جب گھٹا آئی ہو، تو اسی طرح کا اظہار تم کیا کرو اور مے نوشی کے وقت مے نوش ہو جاؤ۔ ہاں ذات باری تعالیٰ کا تصوّر ہمیشہ پیش نظر رہے۔ سر وہاں بھی خدا کے حضور جھکنا چاہئے کیونکہ اُسی کی صفات ہیں جو سارے نظارے پیش کر رہی ہیں۔ ؎

عارف ہمیشہ مستِ مئے ذات چاہئے

غالبؔ کے ہاں مختلف جگہ بکھرے ہوئے سوال اور ان کے جواب بھی ملتے ہیں۔ اور جتنی بھی فصیح و بلیغ کتابیں ہیں اور فصیح و بلیغ کلام ان میں یہ بات آپ کو نظر آئے گی کہ ضروری نہیں کہ سوال اور جواب اکٹھے ہوں۔ ایک سوال اپنا لطف دے جاتا ایک الگ جگہ اور ایک جواب اپنی جگہ الگ آتا ہے اور وہاں لطف دے جاتا ہے۔ جب ان کو آپ جوڑ کر دیکھیں تو تب سمجھ آتی ہے کہ سوال کیا تھا، جواب کیا ہے۔ ایک Situation ہے، ایک صورت حال ہے۔ جسے غالبؔ یوں بیان کرتا ہے۔ ؎

کانٹوں کی زباں سوکھ گئی پیاس سے یا ربّ
کوئی آبلہ پا وادی پُرخار میں آوے

کہ زبانِ حال سے سوکھی ہوئی زبان فریاد کر رہی ہے کہ پیاس سے سوکھ گئے ہیں۔ کوئی آبلہ پا آئے، کوئی ایسا رحم دل انسان ظاہر ہو جو اپنے خون سے ہماری آبیاری کرے اور اپنے آبلے پھوڑے ہمارے لئے۔ یہ مضمون اپنی ذات میں بہت گہرا ہے۔ بسا اوقات زمانوں پر ایسی کیفیتیں آیا کرتی ہیں کہ ان کی زبانیں سوکھ کے کانٹوں میں تبدیل ہو جایا کرتی ہیں تو آبلہ پا ہی ہیں جو ان کی پیاس بجھاتے ہیں اور ان کو پھر چمن زاروں میں تبدیل کیا کرتے ہیں۔ اس کا جواب اب سنئے۔ غالبؔ کہتا ہے ؎

ان آبلوں سے پاؤں کے گھبرا گیا تھا میں
جی خوش ہوا ہے راہ کو پُرخار دیکھ کر

وہ آبلہ مَیں ہی تو تھا جس کی تمنا کی جارہی تھی۔ جس کے لئے آواز بلند ہو رہی تھی۔ تو میرا دل ان کانٹوں کو دیکھ کر خوش ہوگیا ہے۔ اب یہ بظاہر تو دنیا کی کیفیت ہے مگر حقیقت میں یہ وجود میں صرف اسی وقت آتی ہے، ظاہر میں جب انبیاء دنیا میں تشریف لایا کرتے ہیں۔ وہی ہیں جو حوصلہ رکھتے ہیں کانٹوں کی پیاس بجھانے کا اپنے آبلوں سے۔ اور وہ اس چیلنج کو قبول کرتے ہیں، بے دھڑک وادی پُر خار میں قدم رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آگئے ہیں ہم۔ اب جو تم نے کرنا ہے کرو۔ ہماری طرف سے تمہیں خیر ہی پہنچے گی اور ہم تمہاری پیاس بجھانے کی کوشش کریں گے خواہ اس میں ہمارا لہو پانی ہوجائے۔

غالبؔ کے ہاں فطرت کے گہرے راز عام سادہ الفاظ میں بیان ہوئے ہیں۔ لیکن بسا اوقات غالبؔ کے ساتھ یہ زیادتی کی جاتی ہے کہ ان کا سطحی نظارہ کر کے لوگ آگے چلے جاتے ہیں۔ حالانکہ ان شعروں میں بہت ہی گہرے فطرت کے راز پائے جاتے ہیں ان کا تجزیہ کیا جائے تو پھر پتہ چلتا ہے کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ مثلاً عام سا ایک شعر ہے کہ ؎

سب رقیبوں سے ہیں ناخوش پر زنانِ مصر سے
ہے زلیخا خوش کہ محو ماہِ کنعاں ہوگئیں

یہ پہلے مصرعے اور دوسرے مصرعے میں جو فرق دکھایا گیا ہے اسی میں ذرا تضاد ہے کہ کیا وجہ تھی اور رقابت کیوں پیدا ہوتی ہے۔ اس کا بیان کیا جارہا ہے۔ کہتا ہے کہ یہ فطرتی بات ہے کہ سب لوگ رقیبوں سے ناخوش ہوتے ہیں اور وہ کیا بات تھی، وہ کیا فرق تھا کہ 'ہے زلیخا خوش کہ محوِ ماہ کنعاں ہوگئیں'۔ مراد یہ ہے کہ رقابت کا اگر تجزیہ کیا جائے تو صرف یہ خوف جو عاشق کے دامن گیر ہوتا ہے یہ رقابت کو پیدا کرتا ہے کہ ہماری بجائے محبوب کی توجہ دوسری طرف نہ ہو جائے۔ اگر محبوب اس سے بالا ہو اور یہ ناممکن ہو کہ اُس کی توجہ کسی اور کی طرف بھی ہو سکے تو یہ رقابت نہیں بلکہ ایک لطف محسوس ہوتا ہے انسان کو کہ یہ بھی اس کی تعریف میں ہے جس کی تعریف نے مجھے پاگل بنا رکھا تھا تو 'ہے زلیخا خوش کہ محو ماہ کنعاں ہوگئیں' میں ماہ کا تصوّر دیکر ایک اور لطف پیدا کر دیا۔

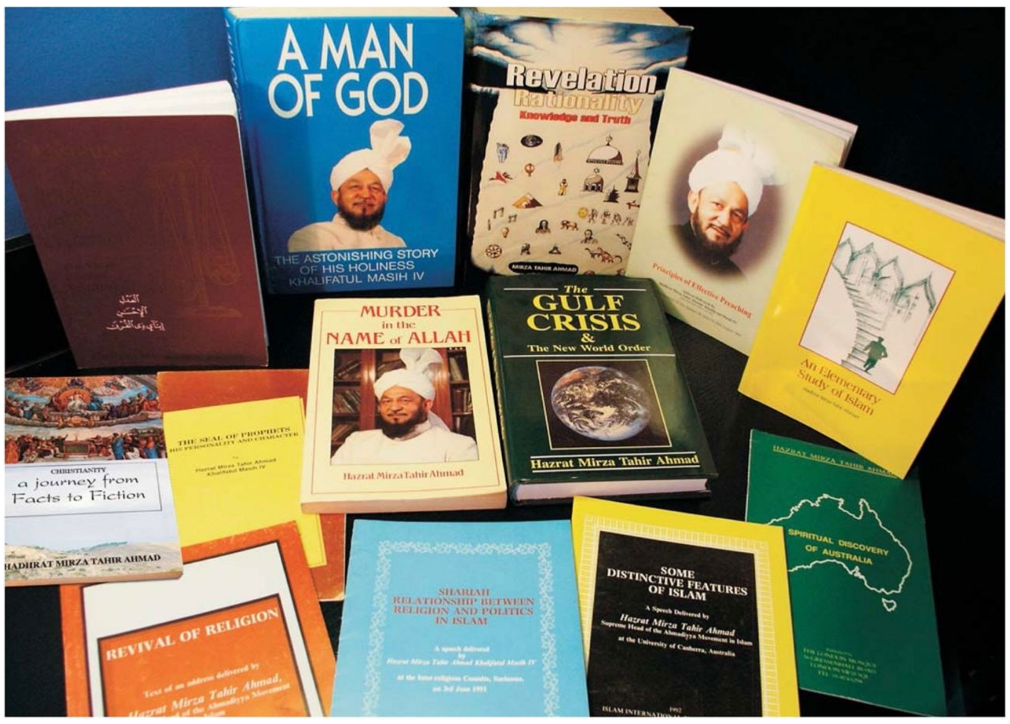

ماہ میں ایک دوری پائی جاتی ہے اسے پایا نہیں جاسکتا، اس کو پکڑا نہیں جاسکتا، چھوا نہیں جاسکتا تو حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حسن ان عورتوں کے لئے ماہ کی طرح تھا اور وہ اس سے لطف اندوز تو ہوسکتی تھیں لیکن وہ اُسے اپنا نہیں بنا سکتی تھیں زلیخا سے چھین کر۔ پس یہی مضمون اس میں بیان ہوا کہ جب بھی محبوب کسی دوسرے کی دسترس سے بالا ہو جائے یا اس کے حصے کا پیار لے کر کسی دوسرے کو دینے کا امکان یا احتمال باقی نہ رہے تو ایسی صورت میں پھر رقابت کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اس مضمون میں اگر آپ اور آگے بڑھیں تو آپ کو اللہ تعالیٰ کے عشق میں رقابت کے نہ ہونے کا مضمون سمجھ آجائے گا۔

ہر شخص اپنے ظرف کے مطابق اپنے محبوب سے محبت کا مطالبہ کرتا ہے اور جب ظرف بھر جائے تو اس کو کوئی پرواہ نہیں رہتی کہ وہ محبت کسی اور کو ملتی ہے یا نہیں جہاں ٹکراؤ ہو ظرف کے بھرنے یا نہ بھرنے کا کسی اور ظرف کے ساتھ وہاں رقابت پیدا ہوتی ہے۔ انسانی ظرف اتنا محدود ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے پیار اور محبت کو پا کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اپنے لئے ساری محبت کھینچ لی ہے۔ بیک وقت اس کی محبت کے جلوے بے شمار ہیں جو انسان اپنی ذات میں سمو ہی نہیں سکتا۔ اس کا دل بھر بھی جائے تب بھی اور دل بھرنے کے لئے باقی ہوں گے۔ لاکھوں کروڑوں یا ہزاروں کروڑوں ایسے دماغ اور دل ہوں گے جن کو خدا تعالیٰ اپنی محبت اور پیار سے نواز سکتا ہے۔ وہ خوش ہوتے ہیں کہ ہمارے محبوب کی تعریف میں اور بھی لوگ دیوانے ہوتے جارہے ہیں۔

غالبؔ کے ہاں لفظوں پر بند جس کو کہا جاتا ہے وہ اپنے کمال کو پہنچا ہوا ہے اور ایک لفظ مختلف معنوں میں ایسا چسپاں ہوتا ہے کہ جس طرح کسی ماہر نے نگینے جڑے ہوں اور ان کو اپنی جگہ سے ہلایا نہ جاسکے۔ اس طرح بیٹھتے ہیں کہ ان کے رُخ پلٹنے کی بھی پھر مجال نہیں پاتا۔‘‘

اسی طرح آپؒ نے اس موقع پر بھی غالبؔ کے مزید اشعار پر تبصرے فرمائے اور ان کی تشریحات بیان فرمائیں اور بعض اور وقتاً فوقتاً مواقع اور مناظر پر بھی انہیں چسپاں کیا۔ ان کا ذکر اپنی اپنی جگہ پر ہوتا رہے گا۔ ان شاء اللہ۔ (ملخّص از ماہنامہ خالد ربوہ ’’سیّدنا طاہر نمبر‘‘)

پھر ایک اور زاویئے سے بھی آپؒ نے غالبؔ کی شاعری کے ذریعہ اس کی نفسیات اور قلبی کیفیات کی تجزیہ نگاری فرمائی ہے۔ جس سے یہ اندازہ کرنا چنداں مشکل نہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ شاعر کے صرف فنِّ شعر یا مضمونِ شعر کے ادا و نوا شناس ہی نہیں تھے، بلکہ اس کی امراض و نفسیات کے بھی رمز شناس تھے۔ آپؒ کی شاعری اور طبابت کے مرکّب پر مشتمل یہ ایک دلچسپ تجزیہ ہے جس کا ذکر طبابت والے باب میں گزر چکا ہے۔

میر تقی میرؔ کو خراجِ تحسین

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ، میر تقی میرؔ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’میر کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے زمانے سے اس طرح اونچے نکلے ہیں کہ زمانہ نیچے دکھائی دیتا ہے۔ اونچا بھی اور آگے بھی نکل گئے۔ میرؔ کے شعر پڑھیں تو لگتا ہے آج ہی کسی نے کہے ہیں۔ زبان ایسی چست اور اعلیٰ درجہ کی کہ انسان یہ سوچتا بھی نہیں کہ اتنے پرانے زمانے کی اُردو اتنی اچھی ہوگی تو بعض لوگ زمانہ بناتے ہیں۔ زمانہ ان کو نہیں بناتا۔ میرؔ ان شاعروں میں سے تھے جن کو زمانے نے نہیں بنایا۔ انہوں نے زمانہ بنایا۔ اردو کے اوپر اپنی ایک چھاپ ڈالی ہے اور وہ پھر کبھی نہیں مٹ سکتی۔ جو مرضی آجائے جتنے چوٹی کے شاعر آجائیں مگر میر تقی میرؔ نہیں بن سکتا۔ ذوقؔ کہتا ہے ؎

نہ ہوا پر نہ ہوا میرؔ کا انداز نصیب
ذوقؔ یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

چوٹی کے شعراء نے بڑا زور مارا ہے کہ میرؔ بن سکیں۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میر کی باتیں ہی الگ اس کے چٹکلے ہی الگ۔ ہر مصرعہ عجیب طرح سے بولتا ہوا زندہ ہے۔''

(الفضل 2 نومبر 1998ء)

میرؔ خود ایک جگہ کہتے ہیں۔

گئی عمر در بند فکر غزل
سو اس فن کو ایسا بڑا کر چلے

غالبؔ نے میرؔ کی عظمت کا اعتراف کچھ یوں کیا ہے۔

ریختہ کے تم ہی استاد نہیں ہو غالبؔ
کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میرؔ بھی تھا

اور۔

غالبؔ اپنا تو عقیدہ ہے بقولِ ناسخؔ
آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میرؔ نہیں

حسرت موہانی نے کچھ یوں کہا ہے کہ۔

شعر اپنا بھی بہت خوب و لیکن حسرت
میرؔ کا شیوۂ گفتار کہاں سے لاؤں

ان اشعار سے واضح ہوتا ہے کہ میرؔ کو اردو شاعری میں کس قدر بلند مقام حاصل ہے۔ میرؔ کو خود بھی اپنے اعلیٰ ومنفرد انداز کا پوری طرح احساس تھا وہ خود کہتے ہیں۔

پڑھتے پھریں گے گلیوں میں ان ریختوں کو لوگ
مدّت رہیں گی یاد یہ باتاں ہماریاں

دوسری جگہ کہا۔

سارے عالم پہ ہوں میں چھایا ہوا
مستند ہے میرا فرمایا ہوا

(الفضل 15 تا 21 اگست 2003ء)

داد داوری

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے صاحب طرز استاد شعراء کو ان کے کمال فنّ کی داد بھی دی ہے اور ان کی شاعری کی پنہائیوں میں اتر کر اس کی اصلیّت کو نکھار کر بھی پیش کیا ہے۔ جب آپؒ نے ان کی تخلیق کی خوبیاں بیان کی ہیں تو اس بیان میں ایک ذرہ برابر کمی نہیں کی۔ آپؒ نے دل کھول کر ان کے کلام کا حسن پیش فرمایا ہے۔ جیسا کہ ہم نے گزشتہ صفحات میں دیکھا کہ کسی شعر کے کمال فہم وادراک کی تو بات ہی کچھ اور ہے مگر نقد و نظر میں جو رفعت و وسعتِ نظری ہے وہ بھی آپؒ کے بیان میں غیر معمولی حسن و توازن کے ہمراہ رنگ بکھیرتی ہے۔

جہاں تک عصر جدید کے شعراء کا تعلق ہے، آپؒ فیض احمد فیضؔ کو بہت پسند فرماتے تھے اور تحسین وداد کے ساتھ ان کے اشعار کو اپنی گفتگو اور اپنے خطابات میں بھی زینت عطا کرتے تھے۔ اسی طرح حبیب جالبؔ کی بھی آپؒ نے خوب پذیرائی فرمائی۔ 1985ء میں آپؒ کی پسند کے باعث ان کی نظموں کی کیسٹس جماعت میں کثرت سے سنی گئی۔

23/ مارچ 1981ء کا ذکر ہے کہ آپؒ نے اس روز جمعہ کرتو ضلع شیخوپورہ میں پڑھایا اور وہاں مجلس سوال و جواب بھی منعقد کی۔ وہاں سے واپسی کے سفر کے ذکر میں آپؒ فیض کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''کرتو میں... فیض احمد فیض یاد آیا کیونکہ یہ اس کا گاؤں ہے۔ کرتو نے بھی خوب شاعر پیدا کیا ہے۔ حدّ ہی کر دی ہے۔ واپسی پر چوہدری انور حسین صاحب بھی ساتھ تھے اور غلام سرور صاحب بھی تھے۔ جن کی آواز بڑی سریلی اور پُرسوز ہے۔ فیضؔ کی یاد میں انہیں فیضؔ کی نظمیں سنانے کے لئے کہا تو پتہ چلا کہ صرف تین شعر یاد ہیں۔ کرتو سے شیخوپورہ تک سارا رستہ یہی تین شعر سنتے رہے اور پھر بھی دل نہ اکتایا مسلسل سر دھنتے رہے۔

گلوں میں رنگ بھرے بادِ نو بہار چلے
چلے بھی آؤ کہ گلشن کا کاروبار چلے
قفس اداس ہے یارو، صبا سے کچھ تو کہو
کہیں تو بہر خدا آج ذکرِ یار چلے
جو ہم پہ گزری سو گزری مگر شبِ ہجراں
ہمارے اشک تری عاقبت سنوار چلے

پھر آپؒ ایک مرتبہ لندن سے اسلام آباد کے مختصر سے سفر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''راستے میں نظموں کی ایک ٹیپ لگائی تو پتہ چلا کہ غلام سرور صاحب شیخوپورہ نے میری فرمائش پر فیضؔ مرحوم کی بعض غزلیں ریکارڈ کروا کر بھجوائیں تھیں۔ غزلوں کا انتخاب میں نے خود کیا تھا۔ کچھ تو اس لئے چنی تھیں کہ پاکستان کے حالات پر چسپاں تھیں اور میرے مظلوم احمدیوں کی یاد تازہ کرتی تھیں۔ بعض تو ایسی ہیں کہ لگتا ہے جیسے فیض نے ہمیں موضوعِ سخن بنایا ہو۔''

یہ تو داد داوری کا قصّہ تھا۔ اس کے برعکس ایک اور پہلو بھی نظر انداز نہ ہو جائے کہ کسی کے شعر ہوں یا سنانے والے کا خراشدار ترنّم، آپؒ اسے کسی حدّ تک برداشت تو کر سکتے تھے مگر اس پر تبصرہ کرنے میں سچائی کو نہ صرف یہ کہ چھپا نہیں سکتے تھے بلکہ اس کے برملا اظہار میں کسی قسم کا حجاب یا تکلّف بھی نہیں رکھتے تھے۔ مثلاً ایک مرتبہ جون 1981ء میں سیالکوٹ میں رائے پور تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپسی کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''شام کو اچانک موسم بدل کر سخت مزیدار ہوا چلنے لگی تھی اور بادل آگئے تھے۔ لہٰذا واپسی پر شرکاء کا مزاج شعر و ادب کی طرف مائل ہو گیا اور ایک صاحب کے متعلق پہلے تو یہ بتایا گیا کہ ہیرؔ بہت اچھی پڑھتے ہیں اور پھر یہ غالبؔ اور دیگر اساتذہ کا کلام بھی۔ میں قسمت کا مارا شعر و ادب کا متوالا ان چکنی چپڑی باتوں میں آ گیا اور نظم خوانی کی اجازت دے بیٹھا۔

ہیر تو خیر جتنی پڑھی اچھی آواز میں پڑھی اور ہیر کے مضمون میں کافی مناسبت تھی۔ لیکن بعد از ہیر جو کارروائی ہوئی اس نے میرے اعصاب کے پرخچے اڑا دیئے۔ پہلے بہادر شاہ ظفر معزول شدہ جلا وطن مظلوم بادشاہ کی شامت آئی اور ہیر کی طرز پر اس کی غزلوں کا جنازہ خراب کیا گیا۔ پھر جو شامت آئی میرے محبوب شاعر غالبؔ کی تو میں بتا نہیں سکتا جو میرے دل کی کیفیت تھی۔ اعصاب کھنچ کر تنا تن ٹوٹنے لگے اور ٹوٹ ٹوٹ کر بکھرنے لگے اور اعصاب کی کرچیوں نے چبھ چبھ کر تن بدن میں آگ لگا دی۔''

حضرت صاحبزادہ صاحبؒ دیگر شعراء کا کلام پڑھ کر اس کی اصلاح بھی تجویز فرماتے اور اگر کسی جگہ لفظ، مطلب و مضمون میں اونچائی کی گنجائش

ہوتی تو برملا تجویز فرما دیتے۔ اس سے لکھنے والا اس التفات و عنایتِ خسروی پر ناز کرتا تھا۔ گو آپؒ کی عطا فراخی داماں کا مطالبہ کرتی تھی مگر یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ جس کے کلام کو وقت کا مقدس خلیفہ خود آب دیتا ہے، اس میں ایک گوناں چمک اور نکھار کا پیدا ہوجانا قدرتی امر ہے۔

عبیداللہ علیمؔ صاحب کی شاعری کو آپؒ نے پذیرائی، برکت اور شہرت عطا کی۔ ان کے کلام کا ایک خاص مقام ہے اور فن میں ایک خاص پَن۔ اسے آپؒ کی نظر رسا نے دیکھا اور پھر اسے جماعت میں شہرت کے افلاک تک پہنچا دیا۔ کراچی اور لندن میں اپنے ساتھ بٹھا کر ان کی شاعری سنی اور برطانیہ اور یورپ کے کئی ممالک میں مشاعرے کروائے۔

آپؒ مکرم پروفیسر چوہدری محمد علی صاحب مضطرؔ کی شاعری کو بے حد سراہتے تھے۔ محمود ہال میں خود پاس بیٹھ کر آپ کے اعزاز میں مشاعرہ کروایا اور داد سے نوازا۔ اپنی اردو کلاس میں بھی آپ کی شاعری کو خراج تحسین پیش فرمایا۔ چوہدری صاحب مرحوم کی شاعری پر آپؒ نے انہیں جو خط لکھے، ان میں سے چند اقتباس قارئین کی خدمت میں پیش ہیں۔

''آپ کی کس کس غزل پر کیسے اپنے ہاتھ سے لکھ لکھ کر داد دوں۔ میں تو قلم توڑے بیٹھا ہوں۔

محبت ہو گئی ہے تجھ سے مضطر!
تو کس محبوب کا نوکر رہا ہے''

پھر ایک نظم پر تحریر فرمایا: ''بہت اعلیٰ پائے کی سہل ممتنع نظم ہے۔ آپ کا اپنا ہی الگ رنگ ہے جو کسی اور کو اپنانے کی توفیق نہیں ملی کیونکہ یہ رنگ آپ کے مزاج کا رنگ ہے اور عموماً ایک زمانے میں ایک سے زیادہ محمد علی پیدا نہیں ہوا کرتے۔ چشم بدور۔''

ایک دفعہ لکھا: ''آپ کی ہر غزل پر اگر ایک الگ خط لکھوں تب بھی حق ادا نہیں ہو سکے گا۔ پتہ ہے مجھے آپ کا کلام کیوں پسند ہے۔ شعراء کے کلام سے الگ اس میں ایک اپنی سی دلکشی ہے۔ سر دست امتیازی جاذبیت کی صرف تین باتیں بتا دیتا ہوں......

1. کھری کھری سنانی اور پتھر مارنے والوں پر پتھر مارنے تو بہتوں کو آتے ہیں مگر شعر و ادب کی پنکھڑیوں میں لپیٹ کر پتھر مارنے کوئی آپ سے سیکھے۔ پھر لطف یہ کہ پتھراؤ کا مزا بھی آتا ہے اور پنکھڑیوں کی نزاکت اور لطافت بھی مجروح ہوئے بغیر اپنے دلکش رنگ دکھائی دیتے ہیں۔ آپ سراپا پتھروں کے حضور پیش کرتے ہیں اور پتھراؤ مارنے والوں کے سروں پر۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

2. سادہ لفظوں میں سرا ہے بظاہر یونہی عام سی بات کر جاتے ہیں لیکن ایک دو قدم آگے بڑھ کر پھر مڑنا پڑتا ہے۔ ایک خلش سی پیدا ہوتی ہے کہ کوئی بات تھی جو نظر سے رہ گئی ہے۔ بات بھی پھر ایسی گہری اور پُرحکمت نکلتی ہے کہ دو قدم چھوڑ ہزاروں قدم واپس آ کر بھی

حاصل ہو تو جوازِ سفر سے بڑھ کر نکلے۔

3. تیسری خاص بات یہ دیکھی ہے کہ مجال ہے جو کسی بھیڑ میں مل جل کر اپنی شخصیت گنوا بیٹھے ہوں۔ شاہوں میں فقیرانہ گدڑی میں اور فقیروں میں شاہانہ لباس اوڑھے پھرتے ہیں۔ کوئی دور ہی سے دیکھ کر کہے کہ وہ دیکھو محمد علی کس سج دھج سے جا رہا ہے۔''

اسی طرح لکھا: ''آپ کی ہر نظم ہی ماشاء اللہ آسمانِ شعر پر ایک اور روشن ستارہ طلوع کرتی ہے مگر بعض ستارے دوسروں سے روشن تر ہوتے ہیں۔ سادگی کے ساتھ پُرکاری کا لفظ تو آپ پر سجتا نہیں۔ کیونکہ پُرکاری میں کچھ فریب کے معنی پائے جاتے ہیں جبکہ نہ آپ کو پُرکاری آتی ہے نہ اداکاری ہاں جانکاری ضرور آپ کی نظموں میں دکھائی دیتی ہے۔''

اسی طرح متعدد خطوط میں حضورؒ نے چوہدری صاحب مرحوم کو ان کی شاعری پر خراجِ تحسین پیش کئے جو ان کے مجموعہ کلام ''اشکوں کے چراغ'' کے شروع میں درج ہیں۔

دیگر قادر الکلام شعرائے کرام بھی بکثرت آپؒ کو اپنا کلام دکھاتے۔ آپؒ داد دیتے تو سچّی، سُچی، اچھّی اور دل کھول کر۔ بعض دفعہ بڑے شاعر نوآموز شاعروں کی تُک بندیوں کی حوصلہ افزائی تک نہیں کرتے۔ مگر آپؒ کا دل بہت بڑا ہے۔ آپؒ شاعر نواز بھی ہیں اور شاعر گر بھی۔ آپؒ کے لطف و کرم کی بارشیں شعراء کو تفکّر اور سرشاری عطا کرتی ہیں۔ آپؒ ان کے کلام کی اصلاح کے ساتھ ان کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے ہیں اور انہیں دعائیں بھی دیتے ہیں۔ مختلف شعراء کو آپؒ کے عطا کردہ چند تبصرے ملاحظہ فرمائیں:

محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ کی نظم پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ساری نظم ہی بڑی پر اثر ہے اور فصیح و بلیغ ہے مگر بعض اشعار اور بعض مصرعے تو شوخیٔ تحریر کے فریادی بنے ہوئے ہیں۔.....ماشاء اللہ بہت عمدہ نظم ہے اور یہ شعر تو خاص طور پر لائق تحسین ہے کہ ۔

جلو میں لاتا ہے سیلاب رحمت
ذرا سا عکس آنکھوں میں نمی کا

یہ شعر خصوصاً اس لئے عین دل کے نشانے پر لگا کہ ایک ہی دن پہلے مَیں یہ مضمون سوچ رہا تھا کہ اللہ کی لا انتہا رحمت کی کیا شان ہے کہ ہماری آنکھوں کی نمی پر ہی رحمتوں کی بارش برسا دیتا ہے۔''

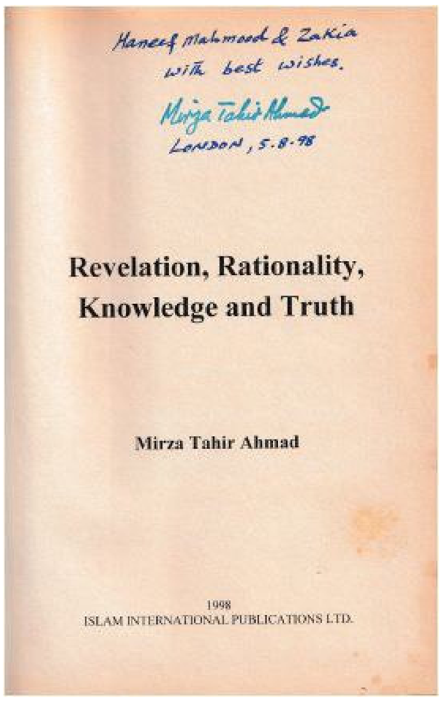

ایک اور نظم کو زیورِ تحسین سے آراستہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''بعض اشعار تو یوں اٹھتے اور بلند ہوتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ نگاہوں کے قدم روک لیتے ہیں۔ زبانِ حال سے یہ کہتے ہوئے کہ ہمیں سرسری نظر سے دیکھ کر اپنی قدر شناسی کو پامال کئے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتے۔ احمدی شعراء کو اللہ تعالیٰ نے سچائی کی تاجوری بخشی ہے اور سچائی ہی ان کے کلام کو ایک امتیازی حسن بخشتی ہے۔ آپ کا کلام بھی اس منبع حُسن سے بہرہ ور ہے۔ اس کے علاوہ بھی آپ کے کلام میں کچھ خوبیاں ہیں جو اسے انفرادی رفعت عطا کرتی ہیں۔ قافیہ کے استعمال میں اچانک ایسا تنوّع جو یکسانیت کو اس طرح توڑتا ہے کہ موسیقی پیدا ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں بھی بہت سے اشعار دل پر براہِ راست بے ساختہ اثر کرتے ہیں۔ یہ تو کوئی صاحب فن ہی آپ کو بتا سکتا ہے کہ صنعتی اعتبار سے اُن میں کیا کیا خوبیاں ہیں۔ مجھے تو صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ زبان سبک رَو ہوتی ہے اور مضمون دلنشین۔ جیسے ۔

وہاں شاید کسی کا دل دکھا تھا
زمیں تپتی رہی۔ بادل نہ ٹھہرا

لاکھوں میں ایک شعر ہے۔ لچک بھی ایسی ہے کہ صاحبِ دل کے بدلنے سے اس کا دوسرا مصرعہ بآسانی ایک دوسرے رنگ میں ڈھل سکتا ہے۔ مثلاً مَیں ہوتا تو یوں کہتا ۔

وہاں شاید کسی کا دل دُکھا تھا
فضا برسی اگر بادل نہ ٹھہرا

پھر اسی غزل کا یہ شعر ہے ۔

گرا تو کیسی پستی میں گرا ہے
حجاب اُترا تو پھر آنچل نہ ٹھہرا

ایک ایسی احمدی شاعرہ کے منہ سے کیسا سجتا ہے جس نے قیامِ حجاب کی راہ میں سالہا سال جانکاہی کی ہو۔ چہرہ اس شعر کا بتا رہا ہے کہ یہ نہ تو کسی زاہد خشک کا کلام ہے نہ کسی بےعمل شاعر کا بلکہ ایک باریک نظر صاحب تجربہ کے دل کی پکار ہے۔ دوسرا مصرعہ تو لاجواب ہے:

حجاب اُترا تو پھر آنچل نہ ٹھہرا

''بعض جگہ معمولی سی ترامیم تجویز کی ہیں۔ آپ کا کلام ماشاء اللہ بلند پایہ ہے تاہم کبھی کبھی معمولی کتر بیونت عادتاً کر دیتا ہوں۔ صرف آپ ہی کا کلام اس مشقِ ستم کا نشانہ نہیں بنتا۔ چوہدری محمد علی صاحب۔ سلیم شاہجہانپوری صاحب، نسیم سیفی صاحب، جنرل محمود الحسن صاحب، عبدالمنان ناہید صاحب، عبدالکریم قدسی صاحب، عزیزہ قوسی (صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ)، حبیب ساحر وغیرہم جو ماشاء اللہ شعر و شاعری میں اپنا اپنا مقام بنا چکے ہیں بلکہ بعض تو اساتذہ فن کے ہم پلّہ اور صاحب طرز ہیں۔ ان کے کلام سے بھی جہاں محظوظ ہوتا ہوں وہاں کبھی کسی شعر کو اپنے مزاج اور ذوق میں ڈھالنے میں بھی مضائقہ نہیں سمجھتا۔ غالباً یہ دست درازی اصلاح کی قبیل میں شمار نہیں ہوتی۔ اسے کسی اچھی چیز کو اپنانے کی سعی کہنا زیادہ موزوں ہوگا۔ آپ کی یہ زیرِ نظر نظم الفضل میں دیکھی تو مندرجہ ذیل اشعار میں کہیں کہیں اپنے ذوق کے مطابق تبدیلی کی ہے جو ضروری نہیں کہ جو کچھ آپ کہنا چاہتی ہیں اس کے مطابق ہو یا اس سے بہتر ہو۔''

ذرا آقا کا پُرصداقت گوشہ دل تو دیکھئے! غلامانِ جماعتِ احمدیہ کی ہر نوع کی اصلاح کی ذمہ داری اور اس کی درستگی کے جملہ حقوق کی الٰہی سند رکھتے ہوئے بھی ''کسی اچھی چیز کو اپنانے کی سعی کہنا زیادہ موزوں ہوگا'' اور ''اس کے مطابق ہو یا اس سے بہتر ہو'' کے الفاظ آپؒ کے عجز و انکسار سے لبریز دل کے فطرتی اظہار کے آئینہ دار ہیں۔ آپؒ اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ تھے کہ شاعر کا دل بھی ایک شیشے کی مانند ہوتا ہے جو اپنے شعر پر ذرا سی ٹھیس بھی برداشت نہیں کرتا۔ مگر یہ عرفان بھی تھا کہ آپؒ کی طرف سے لگی ہوئی ٹھوکر اس کے شعر کے حسن کو صرف سنوارتی نکھارتی ہی نہیں پُرحقیقت و پُرشوکت بھی بناتی ہے۔ بالفاظِ دیگر کسی کے اشعار پر آپؒ کی لگی ہوئی 'ضربیں' ان کے لئے باعث صد سعادت و افتخار ہوتی ہیں۔ پھر آپؒ ایک اور موقع پر فرماتے ہیں:

''.......الفضل میں طبع ہونے والے احمدی شعراء کے کلام سے وقت ملے تو اپنائیت کے رنگ میں کبھی ایک آدھ شعر پر مشقِ ستم کر لیتا ہوں۔ اس طرح ذہن کو چند منٹ ستانے کا موقع مل جاتا ہے۔''

ایک مرتبہ محترمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ کے ایک ہندی لَے میں لکھے ہوئے گیت کو بہت پسند فرمایا اور خوب داد دی۔ اسی طرح ایک اور تخلیق پر انہیں خراجِ تحسین پیش فرماتے ہوئے لکھا:

''آنسوؤں کی لڑی میں پروئے ہوئے آپ کے دو خلوص کے پھولوں کے ہار ملے۔ اس سے بہتر تحفہ اور کیا ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں تو بعض دفعہ ایک آنسو کی اتنی قیمت پڑ جاتی ہے کہ انسان کی ساری زندگی اور اس کے ماحصل سے بڑھ کر وہ آنسو قدر کے لائق ہو جاتا ہے۔

فجزاکم اللّٰہ احسن الجزاء

نظمیں پڑھتے ہوئے حیرت اور تعجّب سے میں یہ سوچتا رہا کہ علم و ادب کا یہ جوہر آپ نے آج تک کیسے چھپائے رکھا۔ میرے تو وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ آپ ماشاء اللہ اتنا اعلیٰ پائے کا ادبی ذوق رکھتی ہیں۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔''

(خط 1982-1-7/ 1361ھش)

حتمی مہر

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ شعر و سخن میں اپنی حتمی مہر رکھتے تھے۔ جو کسی کلام کے معیار، اس کی تصحیح و تغلیط اور حسن و قبح پر قطعی حکم رکھتی تھی اور آپؒ کا فیصلہ آخری حیثیت کا حامل ہوتا تھا۔ ایک بار آپؒ کے سامنے یہ شعر پڑھا گیا کہ ۔

نہ ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے
پسینہ پونچھیے اپنی جبیں سے

آپؒ نے بلاتوقف فرمایا: ''نہیں۔'' ''نہ ہم سمجھے نہ آپ آئے کہیں سے۔ چونکہ دوسرے مصرعے میں ''پونچھیے'' ہے'' اس لئے یہاں لفظ ''آپ'' آئے گا۔ عرض کیا گیا کہ لکھنؤ کے لوگ دُوری اور تکلّف کو ختم کرنے کے لئے ''تم'' کہتے ہیں اور ادب کو ملحوظ رکھنے کے لئے ''پونچھئے'' بولتے ہیں۔ اس پر آپؒ نے فرمایا۔ نہیں! یہ غلط ہے۔ ٹھیک ''آپ'' ہی ہے۔

رپورٹ: ظفر اللہ سلام۔مربی سلسلہ و نمائندہ الفضل لگزمبرگ

جماعت احمدیہ لگزمبرگ کا پہلا جلسہ سیرۃ النبیؐ

حضرت مسیح موعودؑ سے اللہ تعالیٰ نے جماعت کے پھلنے پھولنے کے جو وعدے فرمائے ہیں ہماری خوش قسمتی ہے کہ ایسے وقت میں موجود ہیں جبکہ ہماری آنکھیں شب و روز ان وعدوں کو پورا ہوتے ہوئے دیکھ رہی ہیں۔ لگزمبرگ کی سرزمین بھی آجکل انہیں وعدوں اور پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کی دعاؤں کی بدولت اپنی ترقیات کی منازل تہہ کرتی ہوئی نظر آرہی ہے ہر روز ’’روز عید اور ہر شب شب برأت است‘‘ کے نظارے ہمیں دیکھنے کو مل رہے ہیں۔مورخہ 12 مارچ 2022 کی تاریخ جماعت احمدیہ لگزمبرگ کے لئے تاریخی حیثیت رکھتی ہے بلکہ یوں کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ یہ تاریخ جماعت احمدیہ کے قیام کے مقصد کو پورا کرنے میں سنگ میل کی حیثیت اختیار کرگئی ہے کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کی آمد کا مقصد ہی اسلام اور آنحضرت ﷺ کی شخصیت کی عظمت کو دنیا کے دلوں میں بٹھانا تھا اور اسی عظیم کام کے اجراء کی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ لگزمبرگ کو توفیق عطا ہوئی۔

چنانچہ مورخہ 12 مارچ جماعت احمدیہ لگزمبرگ کو اپنا پہلا جلسہ سیرۃ النبی ﷺ منعقد کرنے کی توفیق عطا ہوئی۔جس کا موضوع ’’آنحضرت ﷺ شرم وحیاء کے پیکر‘‘ تھا۔جلسہ کی تیاری کی غرض سے خاکسار نے تاریخ مقرر ہونے کے بعد ایک بینر کی تیاری کے لئے ترکی میں مقرر مربی سلسلہ مکرم تمیز احمد صاحب سے یہ خدمت بجالانے کی درخواست کی جس پر انہوں نے ہمارے لئے ایک نہایت ہی خوبصورت بینر تیا کیا جسے تصاویر میں دیکھا جاسکتا ہے۔بعد ازاں جلسہ کے کامیاب انعقاد کے لئے خاکسار نے جلسہ سے تعلق رکھنے والے کاموں کی ذمہ داری مختلف احباب کے سپرد کی جسمیں تیاری پروگرام، تیاری جلسہ گاہ، ضیافت، نظافت شامل تھے۔چنانچہ تیاری پروگرام خاکسار نے انجام دی جبکہ جلسہ گاہ کی تیاری اور آرائش کے لئے مکرم عثمان باجوہ صاحب نے خدمت انجام دی، مکرم عطاء الہادی صاحب نے ضیافت اور مکرم جاوید منصور چٹھہ صاحب نے نظافت کی ذمہ داری احسن رنگ میں ادا کی۔لیکن ان احباب کی مدد کے لئے بہت سے دیگر احباب نے اپنے وقت کی قربانی دی اور انتظامات کو بھر پور رنگ میں مکمل فرمایا خاص طور پر ہماری لجنہ میں مکرمہ رابعہ صاحبہ اور عاشقہ ظفر صاحبہ نے کھانے کی تیاری میں مکمل تعاون فرمایا اور اپنے لذید کھانے پیش کر کے حضرت مسیح موعودؑ کے مہمانوں کی کما حقہٗ خدمت بجا لائیں۔ الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ ان تمام مدد کرنے والوں کو بہترین جزاء عطا فرمائے۔آمین۔

شام 5 بجکر 30 منٹ پر جلسہ کا بابرکت آغاز ہوا جس کی صدارت جرمنی کے نیشنل سیکرٹری تبلیغ مکرم حافظ فرید احمد صاحب فرمائی۔تلاوت مکرم عثمان باجوہ صاحب، نظم مکرم عمروقار صاحب نے پیش کی۔جلسہ کی پہلی تقریر مکرم خالد لارگٹ صاحب صدر جماعت احمدیہ لگزمبرگ نے فرنچ زبان میں پیش کی جسکا اردو زبان میں ترجمہ خاکسار نے پیش کیا۔ دوسری تقریر بزبان فرنچ خاکسار نے پیش کی جسکا اردو ترجمہ مکرم عمروقار صاحب نے پیش کیا۔جلسہ کے آخر پر مکرم حافظ فرید صاحب نے اپنے اختتامی خطاب بموضوع ’’آنحضرت ﷺ کے راہنماء اصول بحیثیت داعی الی اللہ‘‘ میں حاضرین کو بتایا کہ آنحضرت ﷺ نے تبلیغ کی غرض سے اپناوطن اور گھر بار بھی چھوڑ دیا۔اور طائف کی تبلیغی مہم پر جاتے ہوئے یہ حالات بتارہے تھے کہ مکہ میں واپسی کے وقت بھی آپ کو کسی نہ کسی کی پناہ کی ضرورت تھی مگر ان حالات کے باوجود طائف کے تبلیغی سفر کو ترک نہیں کیا۔دوسری طرف صرف تبلیغ کی غرض سے اپنی عزت نفس کو بھی قربان کیا کرتے تھے چنانچہ روزانہ آپ پر کوڑا کرکٹ پھینکنے والی عورت بھی جب بیمار ہوئی تو اسکی عیادت کرنے اس کے گھر پہنچ گئے۔مکرم حافظ فرید صاحب نے اپنے خطاب کے بعد دعا کرائی اور یوں لگزمبرگ کی تاریخ کا یہ پہلا جلسہ سیرۃ النبی اپنے اختتام کو پہنچا۔جس کے بعد حاضرین کی خدمت میں رات کا کھانا پیش کیا گیا۔ الحمد للّٰہ علی ذالک

آج کی دعا

رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡلَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ

(سورۃ الاعراف: 24)

ترجمہ:اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم گھاٹا کھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

یہ قرآن مجید کی خوبصورت دعائے رحمت ومغفرت ہے۔

ہمارے جان سے پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس دعا کی تحریک کرتے ہوئے فرماتے ہیں

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں

ہمارا اعتقاد ہے کہ جس طرح ابتدا میں دعا کے ذریعہ سے شیطان کو آدم کے ذریعہ زیر کیا تھا۔اسی طرح اب آخری زمانہ میں بھی دعا ہی کے ذریعہ سے غلبہ اور تسلط عطا کرے گا نہ تلوار سے‘‘۔(پس ہمارا ہتھیار تلوار نہیں بلکہ دعا ہے)۔

(الحکم جلد 7 نمبر 12 مورخہ 31 مارچ 1903ء صفحہ 8)

آدمِ اول کو شیطان پر فتح دعا ہی سے ہوئی تھی۔ رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا۔اور آدمِ ثانی (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام) کو بھی جو آخری زمانہ میں شیطان سے آخری جنگ کرنا ہے اسی طرح دعا ہی کے ذریعے فتح ہوگی۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ نمبر 190-191 جدید ایڈیشن)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 2010)

مرسلہ:مریم رحمٰن

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

رپورٹ: عاطف احمد زاہد۔ مبلغ سلسلہ آسٹریلیا

موآنہ مارکیٹ میں قرآن کی نمائش اور بکسٹال کا انعقاد

محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے مورخہ 13مارچ 2022ءکو جماعت احمدیہ ایڈیلیڈ ویسٹ کے چھ احباب پر مشتمل ایک گروپ کو موآنہ (Moana)مارکیٹ میں قرآن کریم کی نمائش اور بکسٹال لگانے کی توفیق ملی۔ الحمدللہ۔ موآنہ، ایڈیلیڈ شہر سے تقریباً 36 کلومیٹر جنوب میں واقع ہے اور ساؤتھ آسٹریلیا سٹیٹ کا ایک مشہور سیاحتی مقام ہے۔ موآنہ مارکیٹ کا انعقاد مہینے میں ایک بار موآنہ beachکے قریب واقع پایونیئر میموریل ہال اور اس سے ملحقہ گراؤنڈز میں کیا جاتا ہے۔

ہم نماز فجر کی ادائیگی کے بعد مسجد محمود سے موآنہ کے لئے روانہ ہوئے اور تقریباً پچاس منٹ کی مسافت کے بعد وہاں پہنچے۔ وہاں پہنچ کر ہم نے مارکیٹ کے مین ایریا میں قرآن کریم کی نمائش اور بک سٹال لگایا۔ جماعتی پیغام

Love for All Hatred for None,

Muslims for Peace

اور

Muslim for Loyalty

سے مزین مارکی نے خاص طور پر لوگوں کی توجہ کو اپنی جانب مرکوز کیا۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ کسی بھی مسلم کمیونٹی کی جانب سے اس

مارکیٹ میں پہلی بار سٹال لگایا اور الحمدللہ یہ سعادت جماعت احمدیہ کے حصہ میں آئی۔ تبلیغی مساعی کا آغاز دعا کے ساتھ دوسرے سٹال پر موجود لوگوں کو جماعت احمدیہ کا تعارف کروانے کے ساتھ شروع ہوا۔

صبح نو بجے مارکیٹ کو عوام کے کے لئے کھولا گیا۔ الحمدللہ مقامی آبادی کی جانب سے بہت اچھا response ملا اور سینکڑوں کی تعداد میں لوگ قرآن کریم کی نمائش اور بکسٹال کو دیکھنے کے لئے تشریف لائے۔ ہم نے ان کو اسلام کی پرامن تعلیم سے آگاہ کیا۔ علاوہ ازیں کافی لوگوں کے ساتھ مندرجہ ذیل موضوعات پر تفصیلی بحث ہوئی۔

- اسلام میں عورتوں کے حقوق
- روس اور یوکرین کے مابین جنگ
- شریعہ لاء
- آسٹریلیا میں ملٹی کلچرازم
- آنحضور ﷺ کی حیات مبارکہ

الحمدللہ اس سٹال کے دوران ہمیں متعدد نئے تبلیغی راوبط بنانے کی توفیق ملی۔ کل دس جماعتی کتب اور کثیر تعداد میں جماعتی لٹریچر بھی پڑھنے کے لئے تقسیم کیا گیا۔

نمائش کو دیکھنے کے لئے آنے والے لوگوں کے چند تاثرات درج

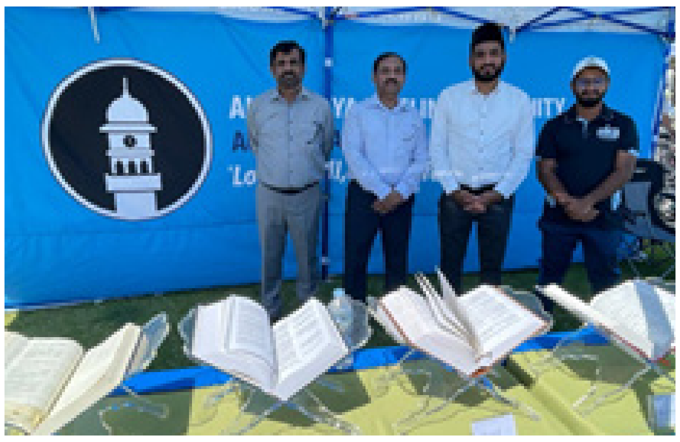

ذیل ہیں:

مسٹر Richard Shawنے ہمارے سٹال کو وزٹ کیا اور بتایا کہ انہوں نے آنحضور ﷺ کی سیرت وسوانح پر ایک کتاب پڑھی ہوئی ہے۔ انہوں نے آنحضور ﷺ کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ’’آپ ﷺ کرہ ارض پر سب سے عظیم شخص تھے۔ آپ ﷺ میری فہرست میں سرفہرست ہیں‘‘۔ ہم نے ان کو آنحضور ﷺ کی حیات مبارکہ کے متعلق میں مزید پڑھنے کے لئے

Life of Muhammad (saw)

کتاب دی۔

ایک مقامی عورت نے کہا:

’’یہ سٹال بہت اچھا ہے۔ یہ بہت معلوماتی ہے۔ یہاں کھڑے ہو کر اچھا محسوس ہو رہا ہے۔ یہاں صرف کھڑے ہونے سے ہی مثبت vibes آرہی ہیں‘‘۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری تبلیغی مساعی میں برکت ڈالے اور ہمیں احسن رنگ میں اسلام احمدیت کا پیغام پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

چھوٹی مگر سبق آموز بات

پیار کا مطلب کسی کی کمیوں سے بھی پیار کرنا ہوتا ہے۔ بظاہر کمی دکھائی دینے والی شے میں چھپی طاقت اور حسن تلاش کرنا ہی در اصل وہ معجزہ ہے جسے پیار کہا جاتا ہے اور سب سے قیمتی تحفہ جو ہم کسی کو دے سکتے ہیں یہی پیار ہوتا ہے جو بنا کسی شرط، ہر قیمت پر صرف بھلائی اور اچھائی چاہنے کا نام ہے۔

(کاشف احمد)

طلوع وغروب آفتاب

14 اپریل 2022ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:44	18:40
مدینہ منورہ	04:41	18:43
قادیان	04:37	18:57
ربوہ	04:17	18:36
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:41	19:57

فقہی کارنر

روزہ اور خود احتسابی

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیمَاناً وَّ احْتِسَاباً، غُفِرَلَہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہِ

(بخاری کتاب الصلاۃ التراویح باب فضل من قام رمضان)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو جذبہ ایمان سے بھرپور ہو کر رضائے الٰہی حاصل کرنے کی غرض سے رمضان میں عبادت کے لئے رات کو بیدار ہوا تو جو گناہ اُس کے پہلے ہو چکے ہوں گے اُن کی مغفرت کی جائے گی۔

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)